

# اکابر صحابہ

شہادتِ سیدنا عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایک خود ساختہ فسانے کا تحقیقی جائزہ

اور

# شہداءِ کربلا پر افتراء

شہادتِ حسینؑ کے بارے میں  
ایک خود ساختہ داستانِ کاغذی جائزہ

شیخ الحدیث مفتی محمد امجد علی عثمانی شہید عثمانی رحمہ اللہ

ڈاکٹر محمد عبدالرحمن عظیمی

مفتیس و پندرہ

الکتاب العربیہ

لے ۶/۶، قلعہ محمد علی، لاہور

۷۵۹۰۰

# اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم

شہادت سیدنا عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایک خود ساختہ فسانے کا تحقیقی جائزہ

سبیل سلیمہ اور

لطیف آباد، پوسٹ نمبر ۸-۷۹

## شہداء اکبر بلا پر افتراء رضی اللہ عنہم

[ شہادتِ حُجین کے بارے میں  
ایک خود ساختہ داستان کا علمی جائزہ ]

از

شیخ الحدیث محقق العصر مولانا محمد عبد الرشید نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

فائزر  
ڈاکٹر محمد عبد الرحمن رحمۃ اللہ علیہ

مؤسس و مدیر

الرحیم لکچر ہاؤس

ملکۃ سلطان عالمگیر

اے ۷/۷، مظفر پور پوسٹ آفس، لیاقت آباد  
کراچی ۷۹۰۰

## جملہ حقوق طباعت تمام وکمال بنام الرحیم اکیڈمی محفوظ ہیں

اس کتاب کے کسی بھی حصے کی فوٹو کاپی، اسکنگ اور کسی بھی قسم کی اشاعت ادارہ کی تحریری اجازت کے بغیر نہیں کیجا سکتی ہے۔

نام کتاب اکابر صحابہؓ اور شہدائے کربلاؓ پر افتراء

مصنف محقق العصر مولانا محمد عبدالرشید نعمانی

ناشر: ڈاکٹر محمد عبدالرحمن غففر

سوس ویدیر الرحیم اکیڈمی 7/77 اکرام آباد اعظم نگر

لیاقت آباد کراچی = 75900 ٹیلیفون = 4913916

مطبع: قریشی آرٹ پرنٹنگ پریس ناظم آباد کراچی

طبع چہارم ۱۴۲۲ھ ۲۰۰۳ء

تعداد ۱۰۰۰

قیمت ۵۰ روپے

### ملنے کے پتے

- ✽ اسلامی کتب خانہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
- ✽ در خواستی کتب خانہ بنوری ٹاؤن کراچی
- ✽ مکتبہ بنوریہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
- ✽ مکتبہ قاسمیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
- ✽ مکتبہ اسحاقیہ جو نامار کیٹ کراچی
- ✽ عباسی کتب خانہ جو نامار کیٹ کراچی
- ✽ مکتبہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی کراچی
- ✽ مکتبہ مجیدیہ ملتان
- ✽ مکتبہ تبلیغ و اصلاح حیدر آباد سندھ
- ✽ امداد اللہ اکیڈمی حیدر آباد سندھ
- ✽ مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور
- ✽ مکتبہ قاسمیہ اردو بازار لاہور
- ✽ مکتبہ رشیدیہ کوسٹہ بلوچستان
- ✽ مکتبہ اسلامیہ کوسٹہ بلوچستان

## فہرست مضامین

- ۷ عرض ناشرین
- ۱۶ حضرت عثمان غنیؓ کے نام پر قننہ عظیم
- ۱۶ ملاحدہ باطنیہ
- ۱۷ شیعہ اثنا عشریہ
- ۱۸ مجلس عثمان غنیؓ کا تعارف
- ۱۸ مجلس کا شائع کردہ پہلا کتابچہ
- ۱۸ اکابر صحابہؓ پر تہمت طرازیوں
- ۱۹ کتابچہ کے اقتباسات
- ۲۰ قیامت صغریٰ
- ۲۰ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ پر افتراء
- ۲۱ حضرت حسینؓ و عبداللہ بن زبیر پر افتراء
- ۲۱ مروان کی مداحی
- ۲۲ ناصبیوں نے "تشنیع" طعن و تشنیع
- ۲۲ حضرت علیؓ کی خلافت پر طعن و تشنیع
- ۲۳ بنو ہاشم پر افتراء
- ۲۴ حضرت عمار پر افتراء
- ۲۵ خود ساختہ سازش
- ۲۶ شہادت فاروق اعظمؓ کے متعلق غلط بیانی
- ۲۶ حضرت طلحہؓ و زبیرؓ اور اکابر صحابہؓ کا گھناؤنا کردار پیش کرنا
- ۲۷ فاروق اعظمؓ کے قتل کا الزام حضرت علیؓ پر

- ۲۸ ❀ کتابچہ کی مفترأت پر بحث کا آغاز
- ۲۸ ❀ عہد رسالت اور عہد شخصین پر طعن
- ۲۸ ❀ حضرت علیؓ پر افتر اپروازیوں کے جوابات
- ۲۹ ❀ اکابر صحابہؓ پر الزام تراشیوں کا جوابات
- ۳۲ ❀ دفاع عثمانؓ میں حضرت حسنؓ اور دیگر اکابر کا زخمی ہونا
- ۳۳ ❀ محمدؐ بن ابوبکرؓ کے بارے میں ایک غلط فہمی کا ازالہ
- ۳۴ ❀ حضرت عبید اللہ بن عمرؓ کے واقعہ کی حقیقت
- ۳۸ ❀ بنی ہاشم کی طرف حضرت عثمانؓ کا مال و اسباب لوٹنے کی تردید
- ۳۹ ❀ حضرت علیؓ کے خلیفہ برحق ہونے سے انکار
- ۴۰ ❀ کتابچہ کے فرضی مآخذ کی تفصیل
- ۴۱ ❀ شجاعت مروان کا دلچسپ افسانہ
- ۴۱ ❀ کتب اہل سنت میں مروان کے عزازات
- ۴۳ ❀ محاصرہ حضرت عثمانؓ کا اصل سبب مروان تھا
- ۴۳ ❀ ناصیوں کے پختن
- ۴۴ ❀ صحابی رسول ﷺ و بنی حنیقہ پر قتل عثمانؓ کا غلام الزام
- ۴۴ ❀ حضرت عثمانؓ کے قتل میں کسی صحابی کی شرکت ثابت نہیں
- ۴۵ ❀ مجلس عثمانؓ غمیؓ کی ”تک بندی“
- ۴۸ ❀ اکابر صحابہؓ گویہودی ٹھیرانا
- ۴۸ ❀ اس کتابچہ کی تلخیص
- ۴۹ ❀ تلخیص اور اصل کا فرق
- ۴۹ ❀ تاریخی تضاد

- ۵۰ ❁ ”سید الشہداء“ اور ”امام مظلوم“
- ۵۰ ❁ حضرت علیؑ کی خلافت سے انکار
- ۵۱ ❁ نادانوں کا روافض کی ضد میں صحابہؓ کی توہین کرنا
- ۵۱ ❁ روافض و نواصب کا توہین صحابہؓ میں ایک حکم
- ۵۲ ❁ مجلس عثمان غنی کا روافض کی لے میں لے ملانا
- ۵۲ ❁ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اسلام سے نکالنے کی کوشش
- ۵۳ ❁ دور حاضر کے ملحدین کا طریقہ کار
- ۵۳ ❁ دوبارہ غور کی دعوت
- ❁ صحابہ کرامؓ کے بارے میں عقائد اہل سنت کی تفصیل
- ۵۴ ❁ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے قلم سے
- ۵۷ ❁ نواصب کون ہیں
- ۵۷ ❁ نواصب کا خاتمہ
- ۵۸ ❁ برصغیر میں ناصیت کی تجریر
- ۵۸ ❁ مجلس عثمان غنی کا تعارف اور پروا ام
- ۶۱ ❁ خود ساختہ ”داستان کر بلا“
- ۶۸ ❁ اس داستان کے پہلے جھوٹ کی تنقیح
- ۷۶ ❁ داستان گو کی حساب دانی
- ۷۷ ❁ دوسری جھوٹ کی تنقیح
- ۸۶ ❁ تیسرے جھوٹ کی تنقیح
- ۹۴ ❁ ظلم کا انجام
- ۹۷ ❁ امویوں کا زوال یزید سے عبرت پکڑنا

- ۹۸ داستان گو کا حضرت زبیرؓ پر افتراء
- ۱۰۶ یزید کی برأت کے سلسلے میں داستان سررائی
- ۱۰۷ خاندان حسینی کے وظائف مقرر کرنے کا افسانہ
- ۱۰۸ یزید کی جانشینی کی نرالی توجیہ
- ۱۱۰ بنی ہاشم پر افتراء
- ۱۱۶ حضرت حسینؓ کے بارے میں افسانہ تراشی
- ۱۱۹ حضرت حسینؓ کو مطعون کرنا
- ۱۲۵ کتاب کا غلط حوالہ
- ۱۲۶ صحابی رسول اللہ ﷺ حضرت سلیمان بن صہبہؓ پر طعن
- ۱۲۹ داستان کا اختتام کھلے جھوٹ پر
- ۱۳۱ حضرت علیؓ و حسینؓ کی تحقیر و توہین
- ۱۳۲ ایک نئی دریافت
- ۱۳۳ حضرت حسن کے بارے میں داستان سرائی
- ۱۳۶ حضرت حسینؓ کی تحقیق
- ۱۳۸ قاتلان عثمانؓ کے بارے میں ضروری تحقیق
- ۱۴۴ شیعہ مخلصین کون ہیں
- ۱۵۱ حضرت حسینؓ کے بارے میں افتراء پر دازی
- جن لوگوں نے حضرت علیؓ سے جنگ کی ان کے بارے میں اہل سنت کا عقیدہ
- ۱۵۲
- ۱۵۳ نواصب تقیہ سے باز آئیں
- ۱۵۵ یزید کے کربوت حدیث کی روشنی میں

## بسم اللہ الرحمن الرحیم

اس نازک وقت اور خطرناک ترین دور میں اہل سنت جس صورت حال سے غیر شعوری طور پر دوچار ہوتے جا رہے ہیں اور جس گہری سازش کا شکار بنتے جا رہے ہیں وہ یہ ہے کہ اندرونِ حجاز ”حب صحابہ“ اور ”رؤیتہم“ کا لیبیل لگا کر کیکال فہانت مذہب اہل سنت کا تحریف شدہ ”جدید ایڈیشن“ تیار کیا جا رہا ہے ”خلافت راشدہ“ جیسی دینی اصطلاحات جس کا خود شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کی طرف سے مفہوم و مصداق بالکل متعین ہے۔ اس کی اصل دینی حدود کو وسیع کر کے وزن و بے اثر بنایا جا رہا ہے، حضراتِ شہداء و مشرور حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور طلحہ رابع حضرت علی رضی اللہ عنہم کے مقابلے میں ”یرید“ و ”مردان“ کو اعلیٰ نسبت کا حامل، پیکر محاسن، خادمِ دین و ملت اور فہیم و مخاسن باور کرایا جا رہا ہے۔ اور حقیقت صد حقیقت کہ یہ نئی تبدیلی اور خطرناک سازش خود چند نام نہاد اہل سنت افراد ہی کے ہاتھوں انجام پا رہی ہے۔

جن پہ تمکیم تھا وہی پتے ہوا دینے لگے

چنانچہ نئی الوقت ملک کے طول و عرض میں غیر محدود طور پر ”ناصبیت“ کو فروغ دینے کی کوشش جاری ہے۔ ”ناصبیت“ نے ”رفض“ ہی کی کوکھ سے جنم لیا ہے جو اس کا قدرتی ردِ عمل تھا۔ صحابہ کے مقابلے میں ”رفض“ و ”ناصب“ آپس میں ایک دوسرے کے خورد و کلاں بھائی بھائی ہیں، البتہ رفض بڑے بھائی ہیں اور ناصبی چھوٹے بھائی۔

ایک مرض کا علاج دوسرے مرض کے ذریعہ کرنا عقلمندی نہیں نادانی ہے۔ یہ خالص صابو اور ہلاکت کا سود ہے۔ لہذا رفض کا علاج ناصبیت سے کرنا خود رفض کو اپنا نا اور بائی مذہب شیعہ عجمہ انشراحین سب سے ہودی کی روح کو شاد کرنا ہے۔ اب ذرا موجودہ دور کے ناصبیوں کی اس افتراء پر دوازی پر غور فرمائیں کہ ”جملہ صحابہ کرام کے سردار حضرات خلفاء راشدین



ایک دوسرے کے حریف، اقتدار پسند اور طائب جاہ و شہرت تھے۔ چنانچہ خلیفہ راشد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موت کے منتظر بیٹھے گھڑیاں گن رہے تھے اور جب وہ دنیا سے رحلت کر گئے تو ان کے بیٹے عبید اللہ بن عمر کو تہ تیغ کرانے میں کوشاں رہے۔ حالانکہ آپ فاروق اعظم کے مشیر خصوصی ہی نہیں بلکہ اس درجہ ان کے گرویدہ و عقیدہ مند تھے کہ جب ان کا جنازہ لایا گیا تو بے تابانہ دست بدعا تھے کہ ”لے الہ العالمین میرا اعمال نامہ بھی محض اپنے فضل سے روز قیامت ان جیسا روشن و منور بنائے۔“ آپ ہی کے الفاظ ہیں۔

خیر الامۃ بعد نبیہا حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد اس امت ابو بکر صدیق عمر۔ میں سب سے افضل ابو بکر ہیں اور پھر عمر۔ غور فرمائیے ”حب صحابہ“ اور ”رد شیعہ“ حضرت فاروق اعظم اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو باہم شیعہ و شکر باور کرانے میں بھرپور جو کرا مروا قہی ہے۔ یا ان کو باہم ایک دوسرے کا حریف و معاند ثابت کرنے میں جیسا کہ شیعوں اور اس دور کے ناصبیوں کا دعویٰ ہے اور جو ”سراسر افتراء“ اور خلاف واقعہ ہے۔ افسوس ہے کہ بانیان ”مجلس عثمان غنی“ اس کھلی حقیقت کو نہ سمجھ سکے۔ اور افتراء پر دازی و بہتان طرازی میں لگے شیعوں کی نقل انار نے۔ اللہ تعالیٰ ان کی شر سے مسلمانوں کو محفوظ رکھے آمین۔

دراصل شیعان علی اور بانیان ”مجلس عثمان غنی“ یعنی شیعان عثمان دونوں کا منصوبہ صحابہ میں تفریق و عناد کو ہوا دینا ہے اصل مقصد میں دونوں شریک ہیں۔ صرف تفصیلات کو مجروح کرنے میں فرق ہے۔ روانفق خلفاء ثلاثہ کے دشمن ہیں اور بانیان مجلس قواصب، شیعہ امویہ علی حسنین اور ان صحابہ کے جو امیر معاویہ کے مقابلہ میں حضرت مرتضیٰ کو اور یزید کے مقابلہ میں حضرت حسین کو واجب الامت

اور اپنا قائد مانتے ہیں خواہ وہ انصار و مہاجرین و عشرہ مبشرہ ہی کیوں نہ ہوں۔ حد ہو گئی باتیں مجلس کی رو سیاہی کی کہ وہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت لگاتے ہیں بھی بنی ہاشم اور حضرت علی مرتضیٰ کو ملوث کرنا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان ظالموں سے انتقام لے تاثر یہ دیا جا رہا ہے کہ گویا تہمت عائشہ میں بھی جس سے زمین و آسمان کانپ اٹھے علی حصہ دار ہیں۔ اور اگر براہ راست خود حصہ دار نہیں تو مفتری کے خاندان بنی ہاشم سے تو وابستہ ہیں ہی۔ لہذا جرم ثابت۔ گویا خاندان بنی ہاشم سے ہونا خود ایک ناقابل معافی جرم اور خطا، عظیم اور شیعیت ہے۔ حضرات علی و حسین و طلحہ و زبیر جیسے اکابر صحابہ کے بارے میں جو گھتاؤ فی اور من گھڑت کہانیاں ”مجلس عثمان غنی“ کے شائع کردہ اس پہلے کتابچہ میں درج ہیں اس سے ناظرین ان بد باطن تائیدیوں کے دلی کھوٹ اور زنیغ و الحاد کا پتہ چلا سکتے ہیں۔ مجلس سے شائع کردہ تمام کتابچوں کا یہی حال ہے کہ چاندی سونے کے ورق میں لپیٹ کر زہر کی گولیاں دی جا رہی ہیں۔ جن کے بیڑھنے اور صحیح ماور کرنے سے آدمی خاندان رسالت سے بدظن۔ اکابر صحابہ سے بدعقیدہ اور ایمان کی جلالت سے محروم ہو جاتا۔ اخیر میں ہم مولانا محمد عبدالرشید نعمانی مدظلہ کے شکر گزار ہیں کہ مولانا موصوف نے ہماری تحریک پر اس فتنہ کے قلع و قمع کے لئے قلم اٹھایا۔ اور قیمتی مقالہ لکھ کر اس مجلس کے دجل و فریب کا پردہ چاک کیلئے جلد ۱۰۱۰۱۱ اللہ عنہا و عن سائر المسلمین فیہ۔

ترجمان اجداد

علی مطہر نقوی دامروہوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم  
 حامداً ومصلیاً وسلملاً ابعد

## عرض ناشر

بندہ مومن کی طبیعت ساری ہی برائیوں کی طرف مائل ہو سکتی ہے۔ مگر کذب اور خیانت کی طرف اس کا میلان نہیں ہوا کرتا، تصدیق اور ایمان کا تقاضا ہی یہ ہے کہ صدق و امانت اس کی فطرت میں داخل ہو۔ اور کذب اور خیانت سے اس کو طبعی نفرت ہو۔ جھوٹ بولنا، دغا بازی یہ منافق کا شیوہ ہے مسلمان کا نہیں۔

”رفض“ اور ”ناعصیت“ یہ دو ایسی بدعتیں ہیں جن کی بنیاد ہی کذب اور دروغ گوئی پر قائم ہے۔ غضب خدا کا تصور تو کیجئے ”رافضی“ اور ”ناعصبی“ یہ دونوں فرقے ”خیر امت“ کے افضل ترین افراد کے بارے میں جن کے جنتی ہونے کی زبان رسالت نے شہادت دی ہے اور جن کی ”سنا و صفت“ خود قرآن پاک میں جا بجا مذکور ہے کس بے حیائی اور ڈھٹائی کے ساتھ جھوٹ بولتے ہیں اور کیسی کیسی افتراء پر دازی اور بہتان طرزی کرتے ہیں۔ رافضی، حضرت صدیق اکبرؓ، فاروق اعظمؓ اور عثمانؓ ذی النورینؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بارے میں کہتے ہیں کہ :- الیاذ باللہ ان سے بیعت کر کے والے مسلمان نہیں منافقین تھے انہوں نے ہی انکو اپنا خلیفہ اور امام بنایا تھا اور ان قیوں حضرات نے تحت خلافت پر زبردستی قبضہ جمایا تھا ورنہ

خلافتِ ثور راصل حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حق تھا اور وہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ بلا فصل تھے۔ یہ لوگ ان حضرات ثلاثہ اور ان سے بنو ثنی بیعت کرنے والے تمام اصحاب کرام کو سرے سے مومن ہی نہیں سمجھتے۔ بلکہ ان سب کو منافق کہتے ہیں اللہ تعالیٰ اس جھوٹ کو سچ باور کرنے سے بچائے آمین۔

اسی طرح ناصبی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے قائل نہیں وہ کہتے ہیں ان کو سبائیوں نے امام بنایا تھا انھوں نے ہی ان سے بیعت کر کے ان کو خلیفہ کیا اور دوسروں سے بھی زبردستی ان کی خلافت کی بیعت لی۔ یاد رہے سبائیوں کا سربراہ عبد اللہ بن سبا، ایک یہودی منافق تھا جو مسلمانوں کو گمراہ کرنے کیلئے بظلم اسلام کا دم بھرتا تھا۔ ناصبیوں کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت منعقد نہیں ہوئی، بلکہ ان کا دور حکمرانی ہنگامہ پروردی اور فتنہ و فساد کا دور تھا جس میں ہر طرف مسلمانوں کے خون کی ارزانی تھی، خلافت راشدہ کا زمانہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کے بعد دوبارہ اس وقت شروع ہوا جب حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت کی اور مسلمانوں نے اطمینان کا سانس لیا، ان کا بیٹا یزید بھی خلیفہ راشد تھا مگر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سبائیوں کے درغللے میں آکر خلیفہ برحق یزید کے خلاف بغاوت کر دی۔ آخر اپنے کئے کی سزا کو پہنچے، ترہ میں جن صحابہ و تابعین کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا قتل عام ہوا وہ بھی سب باغی تھے جو یزیدی فوج کے ہاتھوں اپنے کفر کو دار کو پہنچے، اسی طرح حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نما سے حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی بقول

ان ناصبیوں کے خلیفہ راشد یزید علیہ ما علیہ کے "محمد بنی الحرم" یعنی حرم الہی میں الحاد کے داعی تھے اس لیے مجبوراً یزید کو فوج بھیج کر حرم کعبہ کا محاصرہ کرنا پڑا، غرض ان ناصبیوں کے نزدیک یزید کے سب اقدام برحق تھے اور اس کے خلاف جس نے بھی صدا ئے حق بلند کی وہ حق پرست تھا۔

اسلامی تاریخ چونکہ ان جھوٹوں کا ساتھ نہیں دیتی اس لیے ان کو اب خود تاریخ گڑھنی پڑ رہی ہے۔ موجودہ دور میں اس دجل و فریب اور کذب و دروغ کی ابتدا تو محمد امجد عباسی نے خلافت معاویہ و یزید "کلمہ کر کی مٹی لیکن بعد کو کیونسٹ محمدوں اور منکرین حدیث نے موقع سے فائدہ اٹھا کر اس میں خاطر خواہ اضافہ کرنا شروع کر دیا، منکرین حدیث تو در اول صفی صحابہ کی تاریخ کو بے اعتبار قرار دے کر حدیث و روایت سے اعتماد اٹھانے لگتے ہیں اور کیونسٹ محمدوں کا مقصد یہ ہے کہ اہل قبلہ میں اشتعال پیدا کر کے قتل و قتال کا ایسا بازار گرم کیا جائے کہ پاکستان کی اینٹ سے اینٹ بچ جائے جس طرح کہ دشمنوں نے صوبائی تعصب کو بھو ادے کر مشرقی پاکستان میں کیا تھا۔

اس وقت ناصبیت کے پرچار کے لیے کراچی اور پنجاب دونوں جگہ مسلسل کام ہو رہا ہے اور افسوس یہ ہے کہ اس فتنہ کی لپیٹ میں عربی مدارس بھی آرہے ہیں، یونیورسٹی اور کالج کے شعبہ تاریخ کے اساتذہ بھی اور بعض عوامی واعظ بھی، اس فتنہ کی زد میں اکثریت ان لوگوں کی ہے جو عربی نہیں جانتے اور بتو جانتے ہیں وہ اصل عربی مآخذوں سے رجوع نہیں کرتے تاکہ جھوٹ سچ معلوم ہو کر اصل حقیقت سامنے آجائے۔

اسکی جھوٹے پرچار کا ایک ادارہ ”مجلس حضرت عثمان غنیؓ کے نام سے کراچی میں قائم ہے جو آٹے دن کوئی نہ کوئی کتابچہ چھاپ کر مسلمانوں میں شائع کرتا رہتا ہے جس کو پڑھ کر سادہ لوح عوام گمراہ ہو جاتے ہیں۔ اس مجلس کے شائع کردہ پہلے کتابچہ پر جس کا نام ہے ”حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کیوں اور کیسے؟“ مفصل تنقید اکابر صحابہؓ پر بہتان کے نام سے چھپ کر منظر عام پر آچکی ہے۔

پیش نظر کتاب ”شہدائے کربلاؓ پر افتراء“ مجلس حضرت عثمان غنیؓ کے شائع کردہ دوسرے کتابچہ کا علمی و تحقیقی جائزہ ہے۔ جس کا نام ہے ”داستان کربلا خاتون کے آئینے میں“ ان دونوں کتابچوں کے مرتب مجلس مذکور کے مشہور داستان گو ڈاکٹر احمد حسین کمال ہیں جو کسی زمانے میں ”جمیہ علماء اسلام“ کے ہفت روزہ جریدہ ترجمان اسلام کے ایڈیٹر بھی رہ چکے ہیں۔ اسی مجلس کا پانچواں کتابچہ ”حادثہ کربلا“ کے نام سے مکرر طبع ہو چکا ہے۔ جس کا طرزِ بیاں ”داستان کربلا“ سے بھی زیادہ زہرِ بلا اور گستاخانہ ہے اور اس میں خوب دل کھول کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر چوڑیوں کی گئی ہیں ایک سلطان کیلئے جو مصائبِ کرام اور اہل بیت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظمت سے واقف ہو مبرا و تمحل کے ساتھ اس کا بڑھنا بھی دشوار ہے اور اس کے مطالعہ سے جو ذہنی اذیت اور کوفت ہوتی ہے اس کا اندازہ وہی شخص لگا سکتا ہے جو جذبہ ایمانی سے سرشار ہو اس کے باوجود مولوی محمد اسحاق صدیقی سندیلوی کی اس کند چمکے بارے میں یہ فہمائش ہے کہ۔

”مولانا ابوالحسن محمد عظیم الدین صاحب کا رسالہ ”حادثہ کربلا“

پہلے یہ تنقید ”ناصری سازش“ کے نام سے طبع ہوئی ہے۔

میں نے دیکھا ہے، مثلاً اللہ بہت مفید اور نافع ہے  
اہل سنت کو اس کا مطالعہ ضرور کرنا چاہیے تاکہ سبائی دروغ  
بافیوں نے جو طلسم تیار کیا ہے وہ شکست ہو اور ان کی آنکھیں  
کھلیں فقط

افتخار محمد اسحاق صدیقی حفظہ اللہ عنہ  
۲۶ صفر ۱۳۹۵ھ - ۹ مارچ ۱۹۷۵ء

”حادثہ کر بلا“ اسی ”داستان کر بلا“ کا خلاصہ ہے اور اسی جھوٹ  
کو اس میں بھی مزے لے لے کر دوہرایا گیا ہے اور سند کے لیے پھر مجلس ہی  
کے ”داستان کو“ کا نام بایں الفاظ پیش کر دیا ہے۔

”بر مغیر کے معروف اہل قلم، تاریخ آسکار ڈاکٹر

احمد حسین کمال لکھتے ہیں (ص ۱۵ طبع اول و ص ۱۷ طبع ثانی)

”حادثہ کر بلا“ طبع اول پر مولوی محمد اسحاق صدیقی سند بیوی کے ارشاد  
گرامی کے بعد پیش لفظ ڈاکٹر احمد حسین کمال کے قلم سے شائع ہوا ہے  
جس میں مجلس کے داستان کو صاحب نے مرتب رسالہ کے گن گائے  
ہیں۔ گویا وہی مضمون ہے :-

من ترا حاجی گویم تو مرا حاجی گو

رسالہ ”شہزاد کر بلا پر افتراء“ مجلس حضرت عثمان غنیؓ کے شائع کردہ  
ان دونوں کتابچوں کے زہر کا تریاق ہے، اور حق تعالیٰ شانہ کی ذات عالی  
سے امید ہے کہ جو بھی اس رسالہ کو بنظر انصاف پڑھے گا اس پر حقیقت  
حال آشکارا ہو جائے گی۔ اس رسالہ کے مصنف مولانا محمد عبدالرشید لہمائی

صاحب مظلہ کے متعلق کچھ کہنے کی ضرورت نہیں، ملک کا اعلیٰ طبقہ ان سے بخوبی واقف ہے۔

اس رسالہ کو لکھے ہوئے اگرچہ چار سال سے زیادہ کا عرصہ ہو گیا مگر اس کی طباعت کی نوبت اب تک نہ آ سکی۔ پہلے اس مقالہ کو ایک مذہبی ماہنامہ میں شائع کرنے کا ارادہ تھا۔ مدیر ماہنامہ نے کچھ عرصہ اس کو اپنے پاس اشاعت کے خیال سے رکھا مگر بعد کو مروان دیزید سے تعلق خاطر کی بنا پر اپنے دوستوں کے مشورہ پر اس کی اشاعت کی ہمت نہ کر سکے۔ مسودہ واپس ہوا تو ایک ناشر صاحب نے مدت تک اس کو اپنے پاس دبا ئے رکھا آخر خدا خدا کر کے بڑی مشکل سے ان سے پر آمد ہوا اور حق تیلالی لے ہمیں توفیق دی کہ اس کی اشاعت کا شرف حاصل کر رہے ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے اس کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔ امید ان خیر میں اس حقیر کی کوشش کی بدولت مصنف و ناشر اور ان کے خاندان کے تمام افراد کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی آل و اصحاب کی شفاعت کا مستحق بنائے۔ آمین

ناظرین کرام سے صرف اتنی استدعا ہے کہ اس رسالہ کے مطالعہ کے بعد اگر ان کو اس کے مضمون سے اتفاق ہو تو اس کی اشاعت و خرید میں سرگرمی دکھائیں تاکہ ”دردِ نا مصیبت“ کے کام کو آگے جاری رکھا جاسکے۔  
وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ۔

ناجیہ  
منظفہ لطیف عفی عنہ  
بحار شعبہ ۲۲ ذی الحجہ ۱۴۰۱ھ

۱۶۸۳۲۲  
لیج چہارم ۱۴۲۲ھ



## حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام پر فتنہ عظیم

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله رب العالمين والعاقبة للمتقين ولا  
عدوان الا على الظالمين والصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ  
على سيد المرسلين سيدنا محمد وعلى آله الطاهرين  
وآل صحابه الطيبين

اما بعد۔ برصغیر پاک و ہند میں روافض کا وجود زمانہ قدیم سے ہے ایک زمانہ میں ملاحدہ باطنیہ نے ملتان میں اپنی حکومت قائم کر لی تھی اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے ملت کے بطل جلیل سلطان محمود غزنوی رحمہ اللہ کو کہ انھوں نے ملتان سے ان کی سلطنت کا خاتمہ کر کے باطنی شیعوں کا قلع قمع کیا تاہم ان قرامطہ ملاحدہ کی یادگار آغا خانی اور بہمان الدین کی جماعت سے وابستہ ”باطنی شیعہ“ اب بھی ہندوپاک کے مختلف شہروں میں چلچلا کر کثیر تعداد میں موجود ہیں۔ ملاحدہ باطنیہ بالاتفاق غیر مسلم ہیں۔ یہ اپنے ائمہ کو نفوذ باللہ حضور کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے افضل سمجھتے ہیں۔ صحابہ اور دین کے دشمن ہیں۔ قرآن و شریعت کو معطل کر دینے کا اپنے ائمہ کو حقدار سمجھتے ہیں چنانچہ آغا خانیوں نے تو آجکل دین و شریعت کو بالکل معطل کر ہی رکھا ہے۔

یہ لوگ اپنے ائمہ میں خدائے حلول کرنے کے بھی قائل ہیں۔

”شیعہ اثنا عشری“ جو بارہ اماموں کے قائل ہیں ان کو معصوم جانتے ہیں اور ان کی اطاعت کو فرض قرار دیتے ہیں انھوں نے بھی ”دکن“ میں اقتدار حاصل کر کے اپنی ریاستیں قائم کر لی تھیں مجاہد کبیر محی الدین اور تنگ زیب عالمگیر غازی رحمہ اللہ نے اپنے عہد میں ”دکن“ کی ان ریاستوں کو ختم کر کے قلمرو سلطنت میں داخل کر لیا تھا۔ تاہم جب سے ہمایوں ایران سے لوٹا مغل دور حکومت میں شیعہ ”اثنا عشریہ“ کی تعداد بڑھتی ہی رہی۔ ”اودھ“ میں ان کی ریاست مستقل قائم ہو گئی تھی جو انگریزوں کے زمانہ میں ختم ہوئی اب عام طور پر رائے پور کے نام سے یہ لوگ الگ جانے پہچانے جاتے ہیں اور کم و بیش ہر بڑے شہر اور قصبے میں موجود ہیں۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کرام سے تبری و بیزاری ان کے بھی دین کا جزو ہے۔ قرآن کریم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے غیظ اور ان پر بغض اور خفا ہونے کو کفار کا خاصہ بتایا ہے۔ ارشاد ہے: لَيَغْظِيَنَّ لَهُمُ الْكُفَّارُ۔

پچھلے چند برسوں میں جب سے محمود احمد عباسی امرہ ہوی کی کتاب ”خلافت معاویہ و یزید“ منظر عام پر آئی ہے چونکہ اس میں حضرت علی کریم اللہ وجہ اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اسی طرح کردار کشی کی گئی ہے جس طرح روافض حضرات خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی کیا کرتے ہیں۔ اس لئے بہت سے نادان مسلمان جن کو عباسی کی اہل فریبی کا پتہ نہیں کہ اس کتاب میں اس نے دجل و تبلیس کے کیسے کیسے خوشنما جا ل بچھائے ہیں۔

جھوٹ کو سچ سمجھ کر رافضیوں کی ضد میں اس درجہ آگے بڑھ گئے کہ انھیں حضرت علی کریم اللہ وجہہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور بعض دوسرے اکابر صحابہ کی متقیص و توہین میں مرہ آنے لگا۔ اس صورت حال سے منکرین حدیث اور کمیونسٹوں نے خوب فائدہ اٹھایا۔ چنانچہ وہ بھی دبلے پاؤں ان کی صف میں آکر شامل ہو گئے۔ شدہ شدہ ثوبت یابیں جارید کہ اس فتنہ پر داز کی کی اشاعت کے لئے باقاعدہ مجلسیں بن گئیں۔ اسی قسم کی ایک مجلس اور اس کے غلط انداز فکر کا قارئین سے تعارف کرنا مقصود ہے یہ مجلس کوہنگی کراچی میں حضرت عثمان غنیؓ کے نام پر قائم کی گئی ہے جس کا تعارف ان الفاظ میں کرایا گیا ہے۔

”مجلس عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرات صحابہ کرامؓ و ان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں پھیلائی جانے والی بدگمانیوں اور غلط بیانیوں کو مؤثر طور پر زائل کرنے اور مسلمان امت کی صحیح تاریخ منظر عام پر لانے کے لئے قائم کی گئی ہے جس کی پہلی خدمت آپ کے سامنے ہے اس عظیم اور مقدس مقصد کے لئے آپ کا تعاون ضروری ہے۔“ (ص ۲)

یہ پہلی خدمت جس کے لئے جملہ مسلمانوں سے تعاون کی اپیل کی گئی ہے ۳۲ صفحات کا ایک کتابچہ ہے جس کا نام ہے حضرت عثمان غنیؓ ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی شہادت کیوں اور کیسے یہ سلسلہ مطبوعات مجلس حضرت عثمان غنیؓ کی پہلی کڑی ہے جو ۱۳۷۱ھ کو رنگی لا کر اپنی

جھوٹ کو سچ سمجھ کر رافضیوں کی ضد میں اس درجہ آگے بڑھ گئے کہ انھیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور بعض دوسرے اکابر صحابہ کی تنقیص و توہین میں مرہ آنے لگا۔ اس صورت حال سے منکرین حدیث اور کمیونسٹوں نے خوب فائدہ اٹھایا۔ چنانچہ وہ بھی وبلے پاؤں ان کی صف میں آکر شامل ہو گئے رشتہ شدہ نوبت یا میں جا رسید کہ اس فتنہ پر دوازی کی اشاعت کے لئے باقاعدہ مجلسیں بن گئیں۔ اسی قسم کی ایک مجلس اور اس کے غلط انداز فکر کا قارئین سے تعارف کرانا مقصود ہے یہ مجلس کورنگی کراچی میں حضرت عثمان غنی کے نام پر قائم کی گئی ہے جس کا تعارف ان الفاظ میں کر لیا گیا ہے۔

”مجلس عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں پھیلائی جانے والی بدگمانیوں اور غلط بیانیوں کو مؤثر طور پر زائل کرنے اور مسلمان امت کی صحیح تاریخ منظر عام پر لانے کے لئے قائم کی گئی ہے جس کی پہلی خدمت آپ کے سامنے ہے اس عظیم اور مقدس مقصد کے لئے آپ کا تعاون ضروری ہے۔“ (ص ۲)

یہ پہلی خدمت جس کے لئے جملہ مسلمانوں سے تعاون کی اپیل کی گئی ہے ۳۲ صفحات کا ایک کتابچہ ہے جس کا نام ہے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کیوں اور کیسے یہ سلسلہ مطبوعات مجلس حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی پہلی کڑی ہے جو ۱۲ اے ۵ کورنگی لاہور میں

یہ لوگ اپنے ائمہ میں خدا کے حلول کرنے کے بھی قائل ہیں۔

”شیعہ اثنا عشری“ جو بارہ اماموں کے قائل ہیں ان کو معصوم جانتے ہیں اور ان کی اطاعت کو فرض قرار دیتے ہیں انھوں نے بھی ”دکن“ میں اقتدار حاصل کر کے اپنی ریاستیں قائم کر لی تھیں مجاہد کبیر محی الدین اور تنگ زیب عالمگیر غازی رحمہ اللہ نے اپنے عہد میں ”دکن“ کی ان ریاستوں کو ختم کر کے قلمرو سلطنت میں داخل کر دیا تھا۔ تاہم جب سے ہمایوں ”ایران“ سے لوٹا مغل دور حکومت میں شیعہ اثنا عشریہ کی تعداد بڑھتی ہی رہی۔ آدھ میں ان کی ریاست مستقل قائم ہو گئی تھی جو انگریزوں کے زمانہ میں ختم ہوئی اب عام طور پر ”افغانی“ کے نام سے یہ لوگ الگ جانے پہچانے جاتے ہیں اور کم و بیش ہر بڑے شہر اور قصبے میں موجود ہیں حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کرام سے تبری و بیزاری ان کے بھی دین کا جز ہے۔ قرآن کریم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے غیظ اور ان پر غصہ اور خفا ہونے کو کفار کا خاصہ بتایا ہے۔ ارشاد ہے: لَیَغِیْظُ بِهِمُ الْکُفَّارُ۔

پچھلے چند برسوں میں جب سے محمود احمد عباسی امر وہوی کی کتاب ”خلافت معاویہ و یزید“ منظر عام پر آئی ہے چونکہ اس میں حضرت علی کریم اللہ وجہ اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اسی طرح کردار کشی کی گئی ہے جس طرح روا فض حضرات خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی کیا کرتے ہیں۔ اس لئے بہت سے نادان مسلمان جن کو عباسی کی اہل فریبی کا پتہ نہیں کہ اس کتاب میں اس نے دجل و تبلیس کے کیسے کیسے خوشنما جا ل بچپائے ہیں۔

سے شائع ہوئی ہے۔ کتابچہ کی قیمت ایک روپیہ لکھی ہے۔ مرتب کا نام احمد حسین کمال ہے اور پتہ جمعیتہ اکاویلی۔ سی ۱۵۳۔ کورنگی، کراچی مرقوم ہے۔ مطبع کا نام درج نہیں کیا گیا۔

لیکن اس کتابچہ کے ذریعہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے بارے میں پھیلائی جانے والی بدگمانیوں اور غلط بیانیوں کو مؤثر طریقہ پر اہل کربلا کو کجا الٹی یہ کوشش کی گئی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے واقعہ کو اس طرح رنگ آمیزی کر کے بیان کیا جائے کہ جس سے حضرت عموءؓ کی شہادت کے اصل ذمہ دار تو حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ قرار پائیں اور آپ کے ہر دو صاحبزادگان حضرت حسینؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ اور ان دونوں حضرات کے صاحبزادے محمد بن طلحہؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ اور حضرت عمار بن یاسرؓ اور دیگر حضرات اہل مدینہ رضی اللہ عنہم (جمعین) کا کردار بھی اس بارے میں گھناؤنا نظر آئے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ اس کی بھی پوری کوشش کی گئی ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ پر طوفان باندھنے اور حضرت فاروقؓ عظمیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے سلسلہ میں بھی حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ ہی کو مورد طعن و ملامت بنایا جائے اور اس کی ذمہ داری بھی ان ہی کے سر ڈالی جائے۔ اب پہلے اس خود ساختہ افسانہ کو مختصراً مرتب ہی کے الفاظ میں ملاحظہ کیجئے پھر اس کے جھوٹ سچ کا خود ہی فیصلہ فرمائیے۔ مرتب کے الفاظ ہیں۔

## قیامت صغریٰ

مدینہ کے ایک نژادہ کی حوصلہ افزائی پا کر کونہ، بصرہ اور مصر وغیرہ سے کئی ہزار افراد پر مشتمل، شریکین اور باغیوں کا گروہ اچانک مدینہ منورہ پہنچ گیا... حضرت عثمان غنی کے مکان کا محاصرہ کر لیا... شہر مدینہ کا رابطہ دوسرے شہروں سے کاٹ دیا۔ مدینہ میں رہنے والے کاہر حضرت علی وغیرہ فاطمہؓ کے ساتھ مدینہ سے باہر نکل گئے یا چپ چاپ اپنے گھروں میں بیٹھ رہے... اہل مدینہ کی بے وفائی و بے حی سے کبیدہ خاطر ہو کر... ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بچتی بچاتی کہ معظمہ تشریف لے گئیں تاکہ مدینہ کے انور کا حالات سے... حج کے موقع پر آئے ہوئے دنیا بھر کے مسلمانوں کو مطلع کر دیں کہ مدینہ میں کوئی قیامت صغریٰ برپا ہو رہی ہے باغیوں نے یہ محسوس کر کے کہ... حج پر آئے ہوئے مسلمان... کہ معظمہ سے مدینہ منورہ اگر ان باغیوں کی سرکوبی نہ کر دیاں... حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مکان کے دروازے میں آگ لگا دی اس وقت حضرت عثمان کے دروازے کے سامنے کھڑے، مدینہ کے جو افراد بے بسی کے ساتھ یہ کارروائی دیکھ رہے تھے۔ ان میں حضرت علی کے دونوں صاحبزادے حسن اور حسین

اور حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کے صاحبزادے محمد بن طلحہؓ اور عبد اللہ بن زبیرؓ شامل تھے۔ دروازے میں جہنمی آگ لگی اور شعلے بلند ہوئے، حضرت عثمانؓ کے داماد اور کاتب مروانؓ تلوار لے کر باہر نکلے تاکہ باغیوں کو آتشزنی کی کارروائی سے روکیں، باغیوں نے مروانؓ پر حملہ کر دیا، ابن ابی بنیاعؓ نے آگے بڑھ کر مروانؓ کو نشانہ بنانا چاہا لیکن مروانؓ کی تلوار نے اس کا کام ختم کر دیا، مروانؓ کافی دیر تک باغیوں سے نبرد آزما رہے لیکن باغیوں نے انہیں دھکیل کر فاطمہ بنت اس کے مکان میں بند کر دیا۔ اور آس پاس کے مکانات کی دیواروں سے کود کود کر کئی شریپہند حضرت عثمانؓ کے مکان میں داخل ہو گئے۔ ان شریپہندوں کی قیادت حضرت علیؓ کا ایک سوتیلا بیٹا اور پروردہ محمد بن ابی بکرؓ کر رہا تھا، اس محمدؓ نے حضرت عثمانؓ کی پیشانی پر پیکان سے ضرب لگائی۔ اور دائرہ پکڑ کر کھینچی اس کے ایک ساتھی کنانہ بن بشرؓ نے کان کے نچلے حصہ میں تیر مار کر حضرت عثمانؓ کے حلقے سے پار کر دیا۔ اس کے دوسرے ساتھی غافقیؓ نے بوسہ کی سلاخ سے حضرت عثمانؓ کا سر بچھاڑ دیا اور اس قرآن کو ٹھوکرا مار کر درود بھینک دیا جسے حضرت عثمانؓ تلاوت فرما رہے تھے۔ اس کا تیسرا ساتھی عمرو بن حقؓ حضرت عثمانؓ کے



سینہ پر پتھر دھ کر بیٹھ گیا اور آپ کے سینہ پر خنجر کے نو (۹) چمکے لگائے۔ اس کے چوتھے ساتھی سودان بن حمران مرادی نے تلوار کا ایک بھر پورا کر کے حضرت عثمان کا چراغ حیات گل کر دیا۔ یہ تھے وہ "بیخ تن ہوجنھوں نے مسلمانوں کے نلیفہ" کو.... دن دھاڑے مدینہ میں..... بے رحمی کے ساتھ شہید کر ڈالا.... اس خونین حادثہ کے بعد تین دن تک حضرت عثمان کی لاشیں بے گور و کفن پڑی رہی.... تین دن کے بعد مغرب اور عشاء کے درمیان رات کی تاریکی میں حضرت عثمان کے چند قریبی رشتہ دار مروان وغیرہ کوٹ کے ٹوٹے ہوئے ایک تختہ پر حضرت عثمان کی لاش ڈال کر قبرستان جنت البقیع کے ایک حصہ "حش کوکب" میں لائے زبیر، ابو جہم بن حذیفہ، حسن، حکیم بن حزام، تیمار بن مکرم سلمیٰ جنازے کے ہمراہ تھے۔ جبیر بن مطعم نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور رات کے اندھیرے میں نہایت خاموشی کے ساتھ حضرت عثمان کی میت کو دفن کر دیا۔

(انص ۳ تا ص ۹)

### حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت خلافت

باعتی جب حضرت عثمان کو شہید کرنے کے مقصد میں کامیاب ہو گئے اور مدینہ میں جتنا فساد مچا چاہتے تھے کر چکے تو اب

انہیں اس اندیشہ اور خوف نے پریشان کر ڈالا کہ امام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ نے حج کے موقع پر خلیفہ کی امداد کے لئے ضرور اپیل کی ہوگی اور مسلمان ان کی اپیل پر لیک کہہ کر باغیوں کی سرکوبی کے لئے دوڑ پڑیں گے اس احساس کے پیش نظر انہوں نے اپنی حفاظت کی راہ ڈھونڈنا شروع کی وہ سب کے سب حضرت علی کے گرد و پیش جمع ہو گئے اور ان پر زور دیا کہ وہ اپنی خلافت کے لئے بیعت کر لیں اہل مدینہ کو بھی مجبور کیا کہ وہ حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لیں۔ (ص ۱۰)

صفحہ ۱۰ پر ہی مؤلف نے ”شہادت عثمان غنی پر رنج و الم کے جذبات“ کا عنوان قائم کیا ہے اور پھر صفحہ ۱۶ تک مختلف حضرات کے مراۃ سے ان اشعار کا ترجمہ پیش کیا ہے جو ان کے مرتبہ کے سلسلہ میں کہے گئے تھے۔ اس سلسلہ میں ولید بن عقبہ کی طرف منسوب کر کے ان کے الفاظ کا یہ ترجمہ کیا ہے۔

”اے بنو ہاشم اپنے بھائی کے خون آلود ہتھیار واپس دیدو“  
اس کا مال نہ لو تو یہ تمہیں جائز نہیں ہے۔

”بنی ہاشم قیادت کے معاملہ میں جلدی نہ کرو“ عثمان کے قاتل اور اس کا مال کوٹنے والے یکساں مجرم ہیں۔“ (ص ۱۵)

اور نائلہ بنت قرافہ کی نسبت یہ لکھا ہے کہ انہوں نے معاویہ بن ابی سفیان کے نام جو خط لکھا تھا اس میں تحریر تھا کہ

”مدینہ والوں نے ان کے مکان کا محاصرہ کر کے مکان میں ہر ہر چیز کا داخلہ بند کر دیا۔ حتیٰ کہ پانی تک نہ آنے دیا۔“ (ص ۱۵) اور یہ بھی کہ

”اہل مصر کی قیادت محمد بن ابی بکر اور عمار بن یاسر کر رہے تھے (ص ۱۶) حضرت عثمان کے خلاف سازش اور شہادت

”لیکن صد ہزار افسوس کہ اسلام کے خلاف خاندان نبی ہاشم کے ایک فرد ابی لہب اور اس کی بیوی نے عناد و سازش کا بیج بویا تھا اور جس پر قرآن حکیم نے سورہ ”تبت یداً“ میں ان دونوں کو ملعون ٹھہرایا تھا۔ وہ بیج ایک پلو دے کی شکل میں مدینہ پہنچا اور پردان چڑھتا رہا اس کا پہلا نشانہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب بیوی حضرت ابو بکر کی بیماری بیٹی اور امت کی محترم ماں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنائی گئیں۔ اور ان پر سختی لفظوں سازشیوں نے ہمت عائد کی جس کی برکت تھو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں واضح طور پر فرمائی۔ بالآخر یہی سازش تھی جس نے خلافت کے مسئلہ پر نزاع کھڑا کیا اور افراد نبی ہاشم نے ۶ ماہ تک ہنرت ابو بکر کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی۔ اسی سازش نے ایران کے مفتوحین کا ایک گروہ مدینہ میں آباد کیا اور خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ کو ہیب کیا یا۔ اب جبکہ نو مسلموں اور عرب قریش اور

بنی ہاشم کی نئی نسل جوان ہو گئی تھی۔ سازش نے پیر پھیلانے پر اور پیر رے نہ کالے اور حضرت عثمان کے خلاف کھل کر سامنے آ گئی جس خلیفہ نے اسلامی مملکت کو بچایا۔ . . . . لوگوں کو تاریخ میں پہلی مرتبہ شہری آزادیاں عطا کیں۔ . . . . اس خلیفہ کو دن دھاڑے دار الخلافہ اور دارالرسالت شہر مدینہ میں . . . . . بھوکا اور پیاسا ترپا کر لوہے کی سلاخوں سے مار مار کر ہلاک کر ڈالا گیا۔ جبکہ مدینہ میں حضرت علیؓ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ جیسے اکابر اور حضرت حسینؓ اور حضرت حسنؓ اور حضرت عید القادسؓ بن زبیرؓ جیسے نو جوان بنی ہاشم موجود تھے۔ کیا آسمان وزمین نے اس سے زیادہ دردناک کوئی اور منظر بھی دیکھا ہوگا؟ (ص ۳۰ و ۳۱ و ۳۲)

مرتب نے حضرت عثمان کے کارناموں کے سلسلہ میں ایک عنوان قائم کیا؟  
خطرناک سازش کو ناکام بنا دیا  
 اور پھر اس کے ذیل میں یہ کہائی لکھی ہے۔

”خلافت کا منصب سنبھالنے کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سازش کو ناکام بنانے کی طرف سب سے پہلے توجہ فرمائی جس کے نتیجے میں خلیفہ ثانی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت واقع ہوئی تھی۔ حضرت عمرؓ کے واقعہ شہادت میں ایران کے وہ نو مسلم ملوث تھے جو جنگی قیدی کی

حیثیت سے مدینہ آئے۔۔۔ انھوں نے بنو ہاشم کے نوجوانوں سے ربط و مضبوط بڑھایا ہرمزان نامی ایک ایرانی کے گھر پر ایرانی نو مسلموں اور بنو ہاشم کے نوجوانوں کا اٹھنا بیٹھنا ہوتا رہتا تھا اور ایک گروہ تشکیل پا گیا تھا ایک دن فجر کی نماز میں جبکہ ابھی کافی اندھیرا تھا اور حضرت عمر امامت فرما رہے تھے، اس گروہ کے ایک فرد فیر و زانوٹوٹوہ نے پیچھے سے زہر آلود خنجر سے حضرت عمر پر پے در پے تالانہ وار کر ڈالے اور دوسرے کئی نمازیوں کو تہید و زنجی کر دیا۔ بعد کو خود بھی خود کشتی کر لی۔ اس شخص نے جس خنجر سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر تالانہ حملے کئے وہ ہرمزان کا تھا۔ حضرت عمرؓ کے قتل کی سازش کے اصل محرک کا ثبوت اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتا تھا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کے صاحبزادے عبید اللہ نے مشقتیں ہو کر ہرمزان کو قتل کر دیا اور چند دوسرے سازشی بھی اس کی زد میں آ گئے۔ حضرت عثمان جب خلیفہ منتخب ہو گئے تو بجائے اس کے کہ... حضرت عمرؓ کے قتل کی تحقیق کر کے اس سازش میں ملوث تمام دوسرے افراد کے خلاف مکمل کارروائی کا مطالبہ کیا جاتا۔ بنو ہاشم اور حضرت علیؓ کی طرف سے یہ مطالبہ کیا گیا کہ عبید اللہ بن عمرؓ کو ہرمزان کے قتل کے بدلے میں قتل کر دیا جائے۔ حضرت عمرو بن عاصؓ نے اس کی شدید مخالفت

کی اور دوسرے تمام اصحاب رسولؐ نے بھی اسے غلط قرار دیا۔  
 تاہم حضرت عثمانؓ نے عبید اللہ بن عمرؓ کی طرف سے خود "دیت" ادا  
 کر کے مقتول کے وارثین کے ساتھ صلح و صفائی کرادی لیکن بنو ہاشمؓ  
 اور حضرت علیؓ کی طرف سے عبید اللہ بن عمرؓ کے قتل کے بنائے پر اصرار  
 جاری رہا۔ حتیٰ کہ جب حضرت عثمانؓ کے بعد حضرت علیؓ کے ہاتھ  
 پر بیایغیوں نے بیعت کی تو پہلی کارروائی یہ ہی کی گئی کہ عبید اللہ  
 بن عمرؓ کو "دیت" پر رہا کر دیتے کا حضرت عثمانؓ کا فیصلہ منسوخ  
 کیا گیا اور عبید اللہ بن عمرؓ کو ہرمزان کے قتل کے بدلے قتل  
 کر دیئے کا حکم جاری کیا گیا۔" (ص ۲۱ تا ص ۲۲)

مؤلف کی نظر میں خلافت عثمانی کا اصل کارنامہ ہی اس سازش کا فرو کرنا  
 ہے چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ

"حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کی دینی سیاسی اور تاریخی عظمت  
 بجا اور ان کے عظیم ترین کارنامے و فتوحات تسلیم لیکن حضرت  
 عثمانؓ نے خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ کی شہادت کے جس سازش منہ  
 پس منظر میں خلافت کا عہدہ سنبھالا تھا اور اندرونی طور  
 پر حضرت عمرؓ کے صاحبزادہ حضرت عبید اللہ کے قتل کرنے  
 کے اندرونی دباؤ اور مطالبہ سے دوچار ہونا پڑا تھا جس کے  
 مان لینے سے امت مسلمہ فوراً دو ٹکڑوں میں بٹ کر مستقل باہمی  
 تصادم میں مبتلا ہو سکتی تھی جیسا کہ واقعہ قتل حین کے بعد ہو گئی۔" (ص ۳۷)

یہ ہے "مجلس عثمان غنی" کو رنگی کراچی کا پہلا کارنامہ اور بالکل نیا اکتشاف کہ امت اسلامی اب تک جو تاریخ پر ہستی نہی وہ سراسر غلط اور قطعاً جھوٹ ہے۔ حقیقت واقعہ وہ ہے جو اس "مجلس" کے نمائندے احمد حسین کمال کو سوجھی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے لوگوں کو تاریخ میں پہلی مرتبہ شہری آزادیاں عطا کیں۔ (ص ۳۱)

ورنہ نعوذ باللہ عہد رسالت اور عہد صدیقی و عہد فاروقی میں تو کہیں ڈھونڈے سے بھی شہری آزادیوں کا دور دورہ نہیں چلتا۔

اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ پر جن لوگوں نے طوفان اٹھایا تھا اس کے کمر تادھر تا منافیہین مدینہ نہیں بلکہ

خاندان بنی ہاشم کے ایک فرد ابی لبب اور اس کی بیوی لے عناد و سازش کا جو بیج بویا تھا.... وہ بیج ایک پودے کی شکل میں مدینہ منورہ پہنچا اور پروان چڑھتا رہا۔ اس کا پہلا نشانہ... حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بنا فی گیس اور ان پر مخالفوں اور سازشیوں نے تہمت عائد کی.... بالآخر یہی سازش تھی جس نے خلافت کے مسئلہ پر نزاع کھڑا کیا اور افراد بنی ہاشم نے ۶ ماہ تک حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی۔" (ص ۳۰ و ۳۱)

سمجھے آپ یہ افراد بنی ہاشم "کہہ کر کس پر چوٹ کی اور اس گھناؤنے جرم کو کس مقدس جہتی کے دامن پر لگایا۔ تاریخ میں افواجی ہاشم میں سے

سوائے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے کسی فرد کے بارے میں یہ مذکور نہیں کہ اس نے چھ ماہ تک حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت نہ کی ہو اگرچہ ان کے بارے میں یہ بھی مروی ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے پہلے ہی دن آپ نے مسجد نبوی میں حاضر ہو کر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی تھی۔ تاہم چونکہ چھ ماہ تک آپ بالکل خانہ نشین رہے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے صدمہ سے نڈھال اور بے جان تھیں آپ ہر وقت ان کی تسلی و دلہی میں لگے رہتے یا جمع قرآن میں مصروف رہتے تھے اور اپنی ان مصروفیات کی بنا پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مشورہ و ملوثی میں شریک نہ ہو سکے تھے اس لئے اس خیال سے کہ کسی کو غلط فہمی نہ ہو آپ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے انتقال فرما جانے پر پھر تجدید بیعت فرمائی تھی لیکن مجلس عثمان غنی کا یہ یقین اتنی سی بات کو بڑھا کر اس کو نزاع خلافت کا مسئلہ بناتا ہے۔ اور پھر اسی پر بیس نہیں کرتا بلکہ اس کا سلسلہ اقلب عائشہؓ سے ملا کر ایک طرف تو یہ چاہتا ہے کہ کسی نہ کسی طرح اس کا ڈھنڈا ابولہب اور عائشہ کی بیوی کی اسلام دشمنی اور عناد سے مل جائے۔ حالانکہ حضرت عائشہ صدیقہ پر طوفان اٹھانے میں خاندان نبوت افراد بنی ہاشم میں سے کسی فرد کا ذرا سا بھی تعلق نہیں یہ سیاسی کی من گھڑت ہے ۱۰ دوسری طرف اسی سازش کا سلسلہ درازہ کر کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے شہید کرنے کا الزام بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی



سر ڈالنا چاہتا ہے۔ چنانچہ اس کے الفاظ ہیں۔

”بالآخر یہی سازش تھی جس نے خلافت کے مسئلہ پر نزاع کھڑا

کیا اور افراد بنی ہاشم نے ۶ ماہ تک حضرت ابو بکر کے ہاتھ پر

بیعت نہیں کی اسی سازش نے ایران کے مقتدر حین کا ایک

گروہ مدینہ میں آباد کیا اور خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ کو شہید کرایا۔“ (ص ۱۲)

حالانکہ مدینہ میں ہرمزان یا اور دوسرے نو مسلموں کے آباد کرنے

میں نہ کسی کی کوئی سازش تھی نہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کسی سازش کے

تحت عمل میں آئی تھی مگر کتابچہ میں یہی تحریر ہے کہ

”اسی سازش نے ایران کے مقتدر حین کا ایک گروہ مدینہ

میں آباد کیا اور خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ کو شہید کرایا۔ اب جبکہ

نو مسلموں اور عرب قریش اور بنی ہاشم کی نئی نسل جوان ہو گئی

تھی۔ سازش نے پیر پھیلائے بربر بزرے نکالے اور حضرت

عثمان کے خلاف نکل کر سامنے آ گئی۔“ (ص ۱۳)

حالانکہ تاریخ میں اس بات کا سرے سے کہیں وجود ہی نہیں ملتا کہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف جو سازش کی گئی تھی اس میں بنی ہاشم

کا کوئی فرد ملوث ہوا ہو۔ مگر مرتب کتابچہ کو اصرار ہے کہ

”مدینہ کے ایک گروہ کی حوصلہ افزائی پاکر کوفہ، بصرہ اور

مصر وغیرہ سے کئی ہزار افراد پرتل شہر پسندوں اور باغیوں کا گروہ

آچانک مدینہ منورہ پہنچ گیا۔... حضرت عثمان غنیؓ کے مکان کا

محاصرہ کر لیا .... مدینہ میں رہنے والے اکابر حضرت علیؑ وغیرہ  
خاموشی کے ساتھ مدینہ سے باہر نکل گئے یا چپ چاپ اپنے  
گھروں میں بیٹھ رہے۔“  
(ص ۴۴)

”ان سرکشوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے  
مکان کے دروازے میں آگ لگا دی، اس وقت حضرت  
عثمان کے دروازے کے سامنے کھڑے مدینہ کے جو افراد  
بے بسی کے ساتھ یہ کارروائی دیکھ رہے تھے ان میں حضرت  
علیؑ کے دونوں صاحبزادے حسن اور حسین اور حضرت طلحہؓ  
اور حضرت زبیرؓ کے صاحبزادے محمد بن طلحہ اور عبداللہ بن زبیر  
شامل تھے۔“  
(ص ۶)

حالانکہ سب جانتے ہیں کہ مدینہ میں رہنے والے اکابر حضرت علیؑ  
رضی اللہ عنہ وغیرہ نے اصلاح حال کی کوششوں میں ذرا کمی نہیں کی۔ وہ  
برابر اس سلسلہ میں سرگرم ہی رہے اور ان باغیوں کو فتنہ سامانیوں سے  
باز آنے کی ہر ہر فہمائش کرتے رہے۔ سب سے بڑی عجز و دیہانتی یہ تھی کہ حضرت  
عثمانؓ کی طرف سے باغیوں کے خلاف تلوار اٹھانے کی سختی سے مانعیت تھی  
ایسی صورت حال میں مدینہ کے رہنے والے اکابر زبانی فہمائش کے علاوہ  
ادھر کیا کرتے۔ تاہم مزید احتیاط کی غرض سے کہ کہیں یہ مظاہرہ۔ مظاہرہ کی  
حد سے آگے بڑھ کر کوئی ناگوار شکل اختیار نہ کرے ان حضرات اکابر نے  
اپنے اپنے پخت جگہ کو جن کے اسماء گرامی مرتب کے قلم سے بھی نکل گئے ہیں)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دروازے پر متعین کر دیا۔ مظاہرین کی تیر اندازی سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ خون میں نہا گئے۔ محمد بن طلحہ بھی زخمی ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے غلام قنبر کے بھی زخم لگے ان حضرات کی مدافعت کے سبب مظاہرین کو دروازے میں گھسنے کی ہمت نہ ہو سکی۔ البتہ بعض شرپنڈ پڑوس کے مکان سے دیوار پھاند کر اوپر پہنچ گئے اور خلیفہ وقت کو شہید کر ڈالا۔ شور و غل میں جو لوگ دروازہ پر متعین تھے وہ بالا خانہ کی آواز سن سکے جو اوپر جا کر مدد کرتے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جب اس سانحہ جانکاہ کا علم ہوا تو آپ مسجد سے نکل کر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر کی طرف ہی آ رہے تھے۔ آپ نے اس خیر حوث اثر کے سننے ہی دونوں ہاتھ اٹھا کر فرمایا۔ خدایا میں عثمان کے خون سے بری ہوں۔ پھر آپ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مکان پر پہنچے تو جو لوگ حفاظت پر مامور تھے ان پر سخت برہمی کا اظہار فرمایا۔ حضرت حسن و حضرت حسین رضی اللہ عنہما کو مارا محمد بن طلحہ اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو بھی سخت سزائیں کی کہ تم لوگوں کی موجودگی میں یہ واقعہ کس طرح رونما ہوا۔ ان حضرات نے کہا ہم کیا کر سکتے تھے۔ قاتل دروازے سے نہیں گئے بلکہ مکان کی پشت سے دیوار پھاند کر اندر داخل ہوئے۔ مگر ان سب باتوں کے باوجود یہی لکھا جا رہا ہے کہ

"اب جبکہ نو مسلموں اور عرب قریش اور بنی ہاشم کی نئی نسل جو ان ہو گئی تھی۔ سازش نے پیر پھیلائے پر پیر بڑے نکالے"

اور حضرت عثمان کے خلاف کھل کر سامنے آ گئی.... خلیفہ کو  
دن دھاڑے.... مدینہ میں.... ہلاک کر ڈالا گیا۔ جبکہ  
مدینہ میں حضرت علیؑ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیر علیہ السلام  
اور حضرت حسینؑ، حضرت حسنؑ اور حضرت عبداللہ بن زبیر علیہ السلام  
نوجوان بنی ہاشم موجود تھے؛ (ص ۳۱ و ۳۲)

مرتب کا جی چاہتا ہے کہ کسی طرح بھی ہو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے  
خون ناحق کا داغ ان مقدس حضرات کے دامن پر لگ جائے۔ چنانچہ  
اس نے اسی لئے قاتلین عثمان میں محمد بن ابی بکر کا تعارف حضرت ابوبکر صدیق  
رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے کی بجائے "حضرت علیؑ کا ایک سوتیلا بیٹا اور  
بہروردہ کہہ کر کرایا ہے۔ محمد بن ابی بکر کے بارے میں اتنا تو صحیح ہے کہ وہ  
قتل کے ارادہ سے ہزرہ داخل ہوئے تھے۔ انھوں نے حضرت عثمان  
رضی اللہ عنہ کی دائرہ بھی پکڑی تھی، لیکن حضرت عثمان نے جب ان سے  
فرمایا کہ برادر زادے اگر تمہارے باپ تمہاری اس حرکت کو دیکھتے تو  
انہیں یہ بالکل پسند نہ آتی تو شرمندہ ہو کر پیچھے ہٹ گئے تھے۔ انھوں  
نے دوسرے لوگوں کو بھی قتل سے باز رکھنے کی کوشش کی۔ لیکن اب  
معاملہ قابو سے باہر ہو چکا تھا۔ ظاہر ہے کہ جو بے کمال اس فکر میں ہو کہ

لے حافظ ابن کثیر "البدایہ والنہایہ" میں رقمطراز ہیں۔

اور بیان کیا جاتا ہے کہ محمد بن ابی بکر نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے  
کان میں پیکانوں سے وار کیا وہ آپ کے حلق میں اتر گئے حالانکہ صحیح یہ ہے  
(بقیہ صفحہ ۳۴)

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے قتل کی سازش میں بھی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ شریک ٹھہرائے (چنانچہ اسی غرض سے اس نے عبید اللہ بن عمر کی داستان مزے لے لے کر بیان کی ہے) اس سے کس امر میں سچ بولنے کی توقع کی جاسکتی ہے۔

عبید اللہ بن عمر کا اصل واقعہ یہ ہے کہ جب حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ابو لؤلؤہ نامی مجوسی نے جو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا غلام تھا۔ شہید کر ڈالا تو انھوں نے جوش انتقام سے بے تاب ہو کر قاتل کی کس لڑکی اور ہر مزان کو جو ایک نو مسلم ایرانی تھا اور جفینہ کو جو ایک نصرانی دمی تھا قتل کر دیا۔ کیونکہ ان دونوں کے بارے میں ان کا یہ خیال تھا کہ یہ بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مشورہ قتل میں شریک تھے۔ صحابہ ہر جہان کو منع

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کہ ایسا کسی اور نے کیا تھا۔ محمد بن ابی بکر تو اسی وقت شراب کر واپس لوٹ گئے تھے جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے کہا تھا کہ تم نے اس ڈاڑھی پر ہاتھ ڈالا ہے جس کی تمہارے باپ عزت کا کر تے تھے۔ بس اتنا سننا تھا کہ ان پر ہدامت طاری ہو گئی اپنا منہ چھپا کر واپس ہونے لگے۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل میں آٹے بھی آئے لیکن اس کا کچھ فائدہ نہ ہوا۔ امر الہی پورا ہو کر رہا۔ تقدیر میں یوں ہی لکھا تھا۔

ویروی ان محمد بن ابی بکر طعنة بمشاقص في اذنه حتى دخن في حلقه و

الصبيح من الذي فعل ذلك غيرة، وانه استحيى رجم حين قال له عثمان لقد

اخذت بلحمة كان ابو بكر يكرهها "فقدم من ذلك وغطى وجهه ورجع وهاجبا

حدوته فلم يقد، وكان امر الله قد را مقدر ورا وكان ذلك في الكتاب مسطوراً، ۱۸۵، طبع بیروت ۱۹۶۷

کہتے رہے لیکن ان کا غصہ ٹھنڈا ہونے کو نہ آیا۔ آخر حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو ان کے پاس بھیجا۔ انھوں نے بڑی خوشامد سے تلوار ان کے ہاتھ سے لی اور جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس حرکت پر ان کو سرزنش کی تو ان کے ساتھ بڑی گستاخی سے پیش آئے چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے ان کو اسی روز حوالات میں بند کر دیا گیا۔ پھر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سر پر آئے خلافت ہوئے تو آپ نے ان کے بارے میں صحابہ سے مشورہ طلب کیا خود حضرت عثمان اور عمار مہاجرین کی رائے یہی تھی کہ ان کو قصاص میں قتل کر دیا جائے۔ بنو ہاشم

لہذا ملاحظہ ہو طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۳۰ طبع بیروت ۱۳۷۷ھ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں حضرت عمرؓ نے حکم دیا تھا کہ عبید اللہ کو حوالات میں بند کر دیا جائے تاکہ آپ کے بعد جو شخص خلیفہ ہو وہ ان کے بارے میں اپنا فیصلہ نافذ کر سکے۔

وقد كان في قتل امرئ بن مسعود ليحكوفه الخليفة من بعد (البدایہ والنہایہ ج ۶ ص ۱۳۸)  
لہذا طبقات ابن سعد میں ہے۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوئے تو آپ نے مہاجرین و انصار کو طلب کیے فرمایا کہ مجھے اس شخص کے بارے میں جس نے وہیں میں یہ رشتہ برپا کر دیا ہے مشورہ دیجئے تو سب مہاجرین یک زبان ہو کر عبید اللہ کے قتل کر کے سلسلہ میں حضرت عثمان کی تائید کرنے لگے۔

فلما استخلف عثمان دعا المهاجرين والانصار فقال اشيدوا علي في قتل هذا الرجل الذي فتق في الدين ما فتق ،  
فاتفق المهاجرون على كلمة واحدة يشايعون عثمان على قتله  
(ج ۳ ص ۳۵۶)

اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس بات سے کہ کچھ تخصیص نہیں مگر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کوشش سے قصاص کی بجائے "دیت" پر معاملہ طے ہو کر قضیہ رفع دفع ہو گیا اور یہ بالکل غلط ہے جو اس کتابچہ میں درج ہے کہ

"جب حضرت عثمانؓ کے بعد حضرت علیؓ کے ہاتھ پر باغیوں نے بیعت کی تو پہلی کارروائی یہی کی گئی کہ عبید اللہ بن عمر کو دیت پر رہا کر دینے کا حضرت عثمانؓ کا فیصلہ منسوخ کیا گیا اور عبید اللہ بن عمر کو ہرمزان کے قتل کے بدلے قتل کر دیئے کا حکم جاری کیا گیا۔ (ص ۲۴)

اسی طرح یہ بھی غلط ہے کہ

حضرت عثمانؓ جب خلیفہ منتخب ہو گئے تو بجائے اس کے کہ مسلمانوں کے عظیم سربراہ اور محمد رسول اللہؐ کے خاص صحابی حضرت عمرؓ کے قتل کی باقاعدہ تحقیق کر کے اس سازش میں ملوث تمام دوسرے افراد کے خلاف مکمل کارروائی کا مطالبہ کیا

بلکہ حافظ ابن تیمیہؒ "منہاج السنہ" میں فرماتے ہیں

کاش مجھے (کہیں سے) یہ پتہ چل جاتا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کب عبید اللہ کے قتل کا ارادہ کیا؟ اور کب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عبید اللہ کے قتل پر قابو ملا؟ اور کب ان کو اتنی فرصت ملی کہ وہ عبید اللہ کے معاملہ پر غور کیے؟

یالیت شعری متی عزم علی قتل عبید اللہ، ومتی تمكن علی من قتل عبید اللہ

ومتی تفرغ حتی ینظر فی امرہ (ص ۲۰ ج ۳ طبع بولاق ۱۳۲۲ھ)

جاتا بنو ہاشم اور حضرت علیؑ کی طرف سے یہ مطالبہ کیا گیا کہ عبید اللہ

بن عمر کو ہرمزان کے قتل کے بدلہ میں قتل کر دیا جائے۔ (ص ۲۳)

ہرمزان وغیرہ کے بدلہ میں عبید اللہ بن عمر کے قتل کا مطالبہ بنو ہاشم اور حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ کی طرف سے نہیں ہوا بلکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خود مہاجرین و انصار کو بلا کر ان سے مشورہ طلب کیا کہ عبید اللہ کو قصاص میں کیوں نہ قتل کر دیا جائے۔

اور یہ جو لکھا ہے کہ

”بجائے اس کے کہ.... حضرت عمر کے قتل کی باقاعدہ تحقیق کر کے

اس سازش میں ملوث تمام افراد کے خلاف مکمل کارروائی کا مطالبہ

کیا جاتا۔“

(ص ۲۳)

خود اس جھوٹ کی قلمی کھول دینے کے لئے کافی ہے۔ کیونکہ اگر واقعی کوئی سازش تھی اور بالفرض بنو ہاشم اور حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ نے ایسا مطالبہ کیا تھا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو از خود اس کی باقاعدہ تحقیق کرنا چاہیئے تھی اور صحابہ کو بھی ان سے یہ مطالبہ کرنا چاہیئے تھا کہ اس سازش میں ملوث تمام دوسرے افراد کے خلاف مکمل کارروائی کی جائے۔ بھلا یہ کیوں کر ممکن ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے قتل کی سازش ہو اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس کی تحقیق نہ کریں۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ خود حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے وقوعہ کے روز ہی اس کی تحقیق کرائی تھی کہ آپ پر حملہ کسی کی سازش کے نتیجے میں نہیں ہوا۔ ”مجلس عثمان غنی“ کہہ



نہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تحقیقات پر اعتماد ہے اور نہ خود حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی عدالت کا فیصلہ تسلیم ہے کہ ”حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت میں کسی مسلمان کا ہاتھ نہیں“ بلکہ فرد جرم خود عبیدہ اللہ بن عمر کے خلاف عائد کی گئی کہ انھوں نے اشتعال میں آکر خون ناحق کا ارتکاب کیا لہذا مقتول کی ”دیت“ ادا کی جاتی ہے یہ ہے اسلام کے قانون انصاف کا تقاضا جو باجماع صحابہ ہوا۔ دنیا میں ایسے انصاف کی مثالیں کم ملیں گی مگر اس ”مجلس“ پر انفسوس کہ جس نے اکابر صحابہ کرام پر افتراء پردازی کو اپنا شعار بنالیا ہے۔

اسی طرح یہ بھی سراسر افتراء اور محض جھوٹ ہے جو ولید بن عقبہ کی طرف منسوب کر کے نقل کیا ہے کہ

”بنی ہاشم اپنے بھانجے کے خون آلود ہتھیار واپس دید و اس کا مال نہ لوگو یہ تمہیں جائز نہیں ہے“ الخ (ص ۱۵)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مال و اسباب اور ہتھیار تو بڑی بات ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تو تمام باغیوں کے مال و اسباب لوٹنے کو بھی منع فرمایا ہے اور فقہ اسلامی کی تمام کتابوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی کے قول و عمل سے اس بارے میں سند لی جاتی ہے کہ باغیوں کے مال و اسباب قطعاً تعرض نہ کیا جائیگا اللہ تعالیٰ مفتہ لوں کے شر سے مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔ آمین

ظاہر ہے کہ جس ”مجلس“ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس درجہ غیظ ہوا کہ وہ ہرقسم کی جھوٹی تہمت حضرت محمد ص کے سر منڈھ دینے سے ذرا باک نہ کرے

اس کے نقیب سے یہ توقع رکھنا کہ وہ حضرت موصوف کو خلیفہ برحق مانگا  
محض عبث ہے اسی لئے اس کے الفاظ ہیں۔

”باغی جب حضرت عثمان کو شہید کرنے کے مقصد میں  
کا میاب ہو گئے تو مدینہ میں جتنا فساد وہ کرنا چاہتے تھے  
کر چکے تو.... رب کے رب حضرت علی کے گرد و پیش جمع  
ہو گئے اور ان پر زور دیا کہ وہ اپنی خلافت کے لئے بیعت  
لیں۔ اہل مدینہ کو بھی مجبور کیا کہ وہ حضرت علی کے ہاتھ پر  
بیعت کر دیں۔“ (ص ۱۰)

لیجئے قصہ ختم حضرت علی رضی اللہ عنہ باغیوں کے بزور تلے ہوئے  
خلیفہ اور امام تھے اہل مدینہ نے بھی مجبوراً ان سے بیعت کی۔ اہل لنتہ و  
اجاعت خواہ مخواہ ان کو خلیفہ برحق جانتے ہیں کسی نے خوشی سے ان سے  
بیعت ہی نہیں کی۔ یہ بات اب تیرہ سو پچاس برس کے بعد ”مجلس عثمانی“  
نے اپنی پہلی سچی و کوشش سے ثابت کر دی جو

”حضرات صحابہ کرام رضوان علیہم اجمعین کے بارے میں  
پھیلائی جانے والی بدگمانیوں اور غلط بیانیوں کو مؤثر  
طور پر زائل کرنے اور مسلمان امت کی صحیح تاریخ منظر عام  
پر لانے کے لئے قائم کی گئی ہے جس کی پہلی خدمت آپ کے  
ساتھ ہے۔“ (ص ۱۲)

اتنا سارا جھوٹ بولنے کے باوجود حقائق کا یہ عالم ہے کہ اس کتابچے کے مآخذ کی تفصیل

بھی دی ہے جو یہ ہے۔

قدیم مآخذ۔ الطبری، المسعودی، یعقوبی، ابن خلدون، اخبار الطوال ابوحنیفہ

دینوری، المہتید والبیان فی مقتل الشہید عثمان، ابو بکر محمد بن یحییٰ اشعری

جدید مآخذ۔ دائرۃ المعارف، مقالہ پروفیسر فتنہ بک عظیم، ریاض النضرہ حب طبری،

المحاضرات استاد محمد خضریٰ بک، عثمان بن عفان محمد رضا مصری۔

لیکن جھوٹ کے پیر کہاں کیا مجال جو کسی ایک جگہ بھی کسی کتاب کا کوئی

حوالہ درج کیا ہو اور کتابوں سے مرتب کی واقفیت کا اندازہ تو اسی ایک بات

سے ہو سکتا ہے کہ وہ حب طبری کی کتاب الریاض النضرہ کہ جدید مآخذ میں شمار کرتا ہے

چند دلائل درست دے دے کہ یکسخت چراغ دارد

اللہ تعالیٰ سارے مسلمانوں کو، اس مجلس کی شرع سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

”مجلس عثمان غنی“ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے

بلے میں جو فساد تیار کر لیا ہے، اس فساد کی ترمیم میں اس کے مرتب جناب

احمد حسین کمال نے اہل کمال یہ دکھایا ہے کہ ان اکابر صحابہ پر تو جن کا شمار امت

کے نزدیک برگزیدہ ترین ہستیوں میں ہے خوب دل کھول کر طعن و طنز کیا ہے۔

لیکن جس ذات شریف کی اشتعال انگیز حرکات سے یہ واقعہ حزن انگیز وقوع

پیدا ہوا، اس کو خراج تحسین پیش کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

”محاصرہ کے چالیسویں دن ان سرکشوں نے حضرت عثمان غنی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان کے دروازے میں آگ لگا دی

دروازے میں جوں ہی آگ لگی اور شعلے بلند ہوئے حضرت عثمان

واما داد اور کاتب مروان تلووار لے کر باہر نکلے تاکہ باغیوں کو آتش فزنی کی کارروائی سے روکیں۔ باغیوں نے مروان پر حملہ کر دیا۔ ابن ابیہ نے لگے بڑھ کر مروان کو نشانہ بنانا چاہا لیکن مروان کی تلووار نے اس کا کام تمام کر دیا۔ مروان کافی دیر تک باغیوں سے نبرد آزما رہے لیکن باغیوں نے انھیں دھکیل کر قاطیہ بنت اوس کے مکان میں بند کر دیا۔“ (ص ۶۷)

اس امر کا تو ہمیں بھی اعتراف ہے کہ واقعی مجلس کے مدوح شیر بہادر نے اس روز بہادری خوب دکھائی تھی۔ مگر قدرت کی اس ستم ظریفی کا کیا علاج کہ جناب مروان نے اس روز جیسے زخم کھائے سب سے پہلے، حتیٰ کہ ان کی طرف سے چنانچہ اس بہادری کے صلہ میں اسی روز سے تاریخ میں جناب کا لقب ”مضروب القفا“ پر لگ گیا اور ”خط باطل“ (جھوٹ کا دھماکا) کا خطاب تو پہلے ہی سے حاصل تھا اور کیوں نہ ہو تا جناب نے اپنی ذہانت سے کارروائی ہی ایسی فرمائی تھی کہ جس سے اصلاح کی بجائی صورت حال بگڑ کر فوری اشتعال پیدا ہو گیا اور پھر کسی سنبھالنے نہ سنبھل سکا۔ اور آخر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت پر منتج ہوا انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حافظ ابن کثیر ”البدایہ والنہایہ“ میں رقمطراز ہیں

دھودان کان اکبر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے محاصرہ کا بڑا سبب مروان ہی تھا کیونکہ الاسباب فی حصار اسی نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام سے ایک عثمان لات سرزد علی جعلی خط مصر کو روانہ کیا تھا جس میں یہ حکم تھا کہ اس وفد کو

جس کی گتہ ی برصغیر رسیدگی ہو۔

لسانہ کتباً الى مصر قتل کردیا جائے (جو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی  
بقتل اولئک الوقد طرف سے محمد بن ابی بکر کی سرکردگی میں مصر کی طرف ان کی  
رج ۸ ص ۲۵۹) گورنری کا پروانہ لے کر جا رہا تھا  
اور دوسری جگہ لکھتے ہیں۔

وکان کاتب الحکمیین یذکر مروان حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیشی کا فیصلہ نہیں  
ومنتح راس سجدت قضیہ تھا آپ کی حویلی کا قضیہ (جس میں آپ کی شہادت واقع ہوئی)  
الدار و یسبب حصر عثمان بن اسی کے دماغ چلا۔ اسی کے سبب سے حضرت عثمان بن عفان  
عقاز فیہا، رج ۸ ص ۲۵۵ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی حویلی میں محصور کیا گیا۔

اور حافظ شمس الدین ذہبی "میرا اعلام النبلاء" میں فرماتے ہیں۔  
وکان کاتب ابن عمر عثمان والیہ مروان اپنے برادر عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا  
الخاتم فحانہ واجلبوا بیبہ کاتب تھا۔ اسی کے پاس آپ کی مہر رہتی تھی۔  
علی عثمان شہ نجا ہو۔ اس نے حضرت مدوح کے ساتھ خیانت کی۔ چنانچہ اس کے  
(ج ۳ ص ۳۱۲) طبع دار المعائن، سبب مخالفین لوگوں کو حضرت عثمانؓ پر جو حالے اور بھیج  
مصر) یہ خود کچ گیا۔

لفظ "بختن" اب اردو اب میں مقدس ہو گیا ہے۔ کیونکہ اس لفظ  
کے سنے ہی ذہن ان پانچ مقدس ہستیوں کی طرف منتقل ہو جاتا ہے جو کہ  
اسماء گرامی کو حضرت ابوسعید الخدری رحمہ اللہ نے جو کبار اولیاء میں سے ہیں اور  
حضرت شیخ عبد القادر جیلانی علیہ الرحمہ کے پیر طریقت ہیں اس دعا پر قطع  
نظم فرما دیا ہے۔

یا رب محمد و علی و زہراء یا رب حسین و حسن آل عبا  
 از لطف بر آرحاجتم در دوسرا بے منت خلق یا علی الاعلیٰ  
 مگر اس کتابچہ کے مرتب نے محض شیعوں کی ضدیں لفظ موہنجتن "کا  
 استعمال ان پانچ افراد کے لئے کیا ہے جنہیں وہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ  
 عنہ کا قاتل بتاتا ہے۔ (ملاحظہ ہو صفحہ ۱) اور پھر ان "ہی بنجتن" کے زمرہ میں  
 اس نے حضرت عمرو بن حق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی نام لیا ہے جو آنحضرت صلی  
 اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مشہور صحابی ہیں۔ چنانچہ اس کتابچہ کے الفاظ ہیں۔  
 "اس محمد بن ابی بکر کا تیسرا ساتھی عمرو بن حق حضرت عثمان کے  
 سینہ پر چڑھ کر بیٹھ گیا، اور آپ کے سینہ پر خنجر کے نوچہ کے ٹکڑے لگا دیے  
 حضرت عمرو بن حق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تذکرہ ان تمام کتابوں میں مذکور ہے  
 جو صحابہ کے حالات میں مدون ہوئی ہیں۔ مسند امام احمد بن حنبل، سنن نسائی،  
 سنن ابن ماجہ اور حدیث کی دوسری کتابوں میں ان کی وہ روایتیں موجود ہیں  
 جو انھوں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنی تھیں۔ یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے  
 پہلے مشرف باسلام ہوئے تھے اور صلح حدیبیہ کے بعد انھوں نے ہجرت کی تھی۔  
 علما و محققین نے تصریح کی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون ناحق میں کسی  
 صحابی کی شرکت ثابت نہیں چنانچہ علامہ عبد العلیٰ بحر العلوم فرمائی محلی "فوائح الرحوت  
 شرح مسلم الثبوت" میں رقمطراز ہیں۔

<p>معلوم ہونا چاہئے کہ حضرت امیر المومنین          عثمان رضی اللہ عنہ کا قتل بہت برے کبیرہ</p>	<p>اعلم ان قتل امیر المومنین عثمان          رضی اللہ تعالیٰ عنہ من اکبر الکبائر</p>
--	---

فانہ امام حق، وقد اخبر رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم  
بأنہ یقتل مظلوماً، وقد اتفی عمرہ  
فی طاعة اللہ تعالیٰ در رسولہ صلی اللہ  
والہ واصحابہ وسلم، ولحمید خلی الرحمن  
الصحابۃ رضوان اللہ علیہم فی قتلہ  
رضوان اللہ عنہ ولحمید رض بہ احد منهم  
ایضاً بل جماعۃ من الفساق اجتمعوا  
بہا، ورض وعلو ما قتلوا، وانکر  
الصحابۃ کلہم کما ورد فی الاحبار  
الصالح، قالوا خلون فی القتل  
او الرضون بہ فاسقوز البتۃ  
لکن لو یکن فیہم واحد من الصحابۃ  
کما صح بہ غایر واحد من اہل  
الحدیث (ص ۲۲) طبع نو کثور کثرت<sup>۱۳۲۰</sup>

گناہوں میں سے ہے۔ کیونکہ آپ خلیفہ  
برحق تھے۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وآلہ واصحابہ وسلم نے پہلے ہی یہ خبر دیدی  
تھی کہ یہ مظلوم قتل کئے جائیں گے۔ حضرت  
عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی ساری زندگی  
حق تعالیٰ اور اس کے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم کی طاعت میں بسر کی صحابہ  
کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سے  
کوئی ایک شخص نہیں کہہ سکتا کہ قتل میں شریک تھا۔ اور وہ  
ان کے قتل ہو جانے پر برا بھلا کہتا تھا بلکہ فاسقوں کی  
ایک ٹولی نے چوروں کی طرح اکٹھا ہو کر یہ جو  
کرنے کا تھا کر ڈالا۔ یہ صحابہ نے جیسا کہ صحیح روایت  
میں آتا ہے اس فعل شنیع پر نکیر کی پس جو لوگ  
بھی آپ کے قتل میں شریک ہوئے اس پر اتنی ہونے  
وہ سب یقیناً فاسق ہیں، لیکن زیادہ ہے)

ان قاتلوں میں جیسا کہ بہت سے محدثین نے تصریح کی کہ صحابہ میں سے کوئی ایک نہیں بھی شریک تھا  
اس کتابچے کے صفحہ دوم پر یہ دو شعر بھی مرقوم ہیں۔

چوں محافظ مصحف خدا است غنی دین است غنی و دین پناہ است غنی  
سرد او دند او دست در دست پرود حقا کہ بنائے لالہ است غنی  
چونکہ شیعہ حضرات اپنی مجالس میں اکثر یہ دو شعر پڑھا کرتے ہیں۔

شاہ ہست حسینؑ بادشاہ ہست حسینؑ دین است حسینؑ دین پناہ است حسینؑ  
 سردار دہنداد دست در دست یزیدؑ حقا کہ بنائے لا الہ است حسینؑ  
 اس لئے مجلس "عثمان غنی" نے بھی شیعوں کے مقابلہ میں یہ تک بندی کی ہے  
 جو سراسر جذباتی ہے۔ ذرا ٹھنڈے دل سے سوچئے اگر "بنار لا الہ"  
 حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہو سکتے ہیں تو پھر حضرت حسین رضی  
 اللہ تعالیٰ عنہ کیوں نہیں ہو سکتے؟ آخر مجلس عثمان غنیؓ کے اس ادعا  
 اور شیعوں کے اس ادعا میں اصولاً فرق کیلئے؟ اور اگر شیعوں نے  
 اس بارے میں غلو سے کام لیا ہے تو "مجلس عثمان غنی" غلو سے کب غالی رہی؟  
 پھر یہ امر بتی قابل غور ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی  
 منقبت میں یہ کہنا کہ

سردار دہنداد دست در دست یزیدؑ

کس طرح صحیح ہو سکتا ہے۔ جب کہ مرتب رسالہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ  
 تعالیٰ عنہ کے خلاف جو شور و شغب برپا ہوئی اس میں حضرت علی رضی اللہ  
 تعالیٰ عنہ اور بنو ہاشم کو ملوث قرار دیتا ہے۔ چنانچہ اس کے "شہادت  
 عثمان غنیؓ پر مدح و ذمہ کے جذبات" کے زیر عنوان مختلف مراشی کا جو  
 ترجمہ نقل کیا ہے اس میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی  
 کی زبان سے یہ الفاظ نقل کئے ہیں۔

"کاش کونئی پرندہ بھی مجھے یہ خبر دیتا کہ یہ عثمانؓ و علیؓ کا

کیا قصہ رونما ہو گیا"

لہ حاشیہ صفحہ ۴۵ پر ملاحظہ ہو۔



گویا مرتب کتابچہ کے نزدیک حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا واقعہ حضرت عثمان و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی باہمی نزاع کا نتیجہ تھا اسی طرح ولید بن عقبہ کی زبانی یہ نقل کیا ہے کہ

”اے بنو ہاشم اپنے بھانجے (عثمان) کے ہتھیار واپس کر دو، اس کا مال نہ لو، یہ تمہیں جائز نہیں ہے، بنی ہاشم قیادت کے معاملہ میں جلدی نہ کرو، عثمان کے قاتل اور اس کا مال لوٹنے والے یکساں مجرم ہیں“ (ص ۱۵)

معلوم ہوا مرتب کے نزدیک حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مال اور ہتھیار لوٹنے والے سب بنو ہاشم تھے اور وہی قیادت کے بارے میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جھگڑ رہے تھے۔ ظاہر ہے کہ بنو ہاشم کے سربراہ اس وقت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی تھے۔ نیز مرتب نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اہلیہ نائلہ کا وہ خط بھی نقل کیا ہے جو انھوں نے جناب معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام لکھا تھا اور جس میں یہ تصریح تھی کہ

”اہل مصر کی قیادت محمد بن ابی بکر اور عثمان بن یاسر کر رہے تھے“ (ص ۱۶)

اب مجلس عثمان غنیؓ یہ بتلائے کہ اس کے خیال میں محمد بن ابی بکر حضرت

دعا فی متعلقہ صفحہ گذشتہ) ملے حالانکہ جس شعر کا یہ ترجمہ کیا گیا ہے وہ سراسر الحاقی ہے جس کو اہل شام نے محض حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بدنام کرنے کی غرض سے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اس مرثیہ میں شامل کر دیا ہے۔ (لاحظہ ہو اسد الغابہ از حافظ ابن الاثیر جریدہ ۱ ترجمہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بنی ہاشم اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
کیا نفوذ باللہ یسب کے سب یہودی تھے؟ جو یہ کہا جا رہا ہے کہ

مرداد و نداد دست در دست یہود

اگر یہ سب حضرات "مجلس عثمان غنی" کے خیال میں یہودی تھے تو پھر یہ بتایا  
جائے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے جہاد کیوں نہ کیا؟ کیا  
اسلام میں یہود سے جہاد کی ممانعت ہے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے  
تو باوجود اپنے عمر اسیوں کی قلیل تعداد ہونے کے بڑی لشکر سے جہاد کیا  
تھا جو اگر کافرتیں تو ظالم ضرور تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے  
باوجود بااقتدار خلیفہ ہونے کے "مجلس عثمان غنی" کے معروفہ یہودیوں  
کے خلاف جو اب یہودی نہیں بلکہ (العیاذ باللہ) مرتد ہو چکے تھے۔ کیوں  
جہاد نہ کیا! آخر مجلس مذکور گمراہی میں اس حد تک کیوں آگے بڑھ گئی؟  
کیا شیعوں کا انتقام حضرت علی کرم اللہ وجہہ ان کے خاندان اور متعلقین  
واصحاب سے بھی لینا ضروری ہے۔ نعوذ باللہ من المضلال والاضلال۔

زیر نظر کتابچہ "حضرت عثمان غنی کی شہادت کیوں اور کیسے؟"

"مجلس عثمان غنی" کو ایسا پسند آیا اور مرغوب خاطر ہوا کہ جلد ہی مجلس  
اس کی تلخیص بھی "شہادت عثمان غنی" کے نام سے شائع کی، جو "افرشیاہ  
پرنٹنگ پریس کراچی" میں طبع ہوئی ہے اور چھوٹی تقطیع کے سولہ صفحات  
پر مشتمل ہے مگر اب کی بار اتنی ہوشیاری کا ثبوت دیا ہے کہ تلخیص کرتے  
وقت یہ کوشش کی ہے کہ امتداد جھوٹ بولا جائے جس کو لوگ آسانی سے

بادکر سکیں۔ اور ایسے کھلم کھلا جھوٹ اور بہتان سے احتراز کیا جائے جس کو صحیح ماننے پر کسی بھلے مانس کا ضمیر تیار نہ ہو۔ اس تلخیص اور اصل میں بس فرق ہے تو اتنا ہی ہے۔ اصل کی طرح "تلخیص" میں بھی ان ہی مآخذ کی نشاندہی کی گئی ہے۔ جن کا ذکر کیا جا چکا ہے۔ اصل میں

”حضرت عثمان کی بیعت خلافت کی تاریخ نومبر ۳۵ھ مطابقت

ذی الحجہ ۲۳، ہجری دو شنبہ کے دن“ (ص ۲۱)

لکھی ہے مگر ”تلخیص“ کے سرورق پر تاریخ ”آغاز خلافت ۳۵ھ محرم ۳۵ھ مرقوم ہے۔ دونوں تاریخوں میں جو کھلا تضاد ہے اس کا علاج غالباً ڈاکٹر صاحب کے ذہن رسائیں ہو گا۔

یہ ہے ”مجلس عثمان غنی“ کی پہلی کوشش کا جائزہ جس کا اشتہار ”داستان کربلا“ کے ص ۲ پر ان الفاظ میں دیا گیا ہے۔

مجلس حضرت عثمان غنی کی اولین پیش کش

شہادت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

تالیف ڈاکٹر احمد حسین کمال

”تاریخ اسلام کے اس المناک سانحہ شہداء امام مظلوم دادا رسول خلیفہ المومنین

سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی اس درد انگیز اور

سازشہ شہادت پر ایک محققانہ مقالہ جس کے نتیجہ میں امت مسلمہ

کا اتحاد و اتفاق گم ہو کر رہ گیا۔ جس کے قصاص میں غفلت برتنے

پر برسوں خلافت کا نظام قائم ہو رہا۔“

”سید الشہد“ اور ”امام مظلوم“ کے الفاظ شیعوں سے لئے گئے ہیں، حدیث میں ”سید الشہداء“ کے الفاظ حضرت مرزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں وارد ہوئے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عم محترم تھے اور جنگ احد میں شہید ہوئے۔ اس اشتہار سے بھی یہ بات واضح ہوئی کہ ”مجلس عثمان غنی“ کے عقیدے کے مطابق حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ منصب خلافت پر ہی فائز نہ تھے کیونکہ

”حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قصاص میں غفلت برتنے

پر بیرون خلافت کا نظام درہم برہم رہا“

یہ اس مجلس کی پہلی کوشش ہے کہ جس سے آپ امیر المومنین کے لئے کیسی خطرناک کوشش ہے جو عام مسلمانوں کے ذہن کو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی طرف سے بدظن کرنے کے لئے کی جا رہی ہے اور پھر صحابہ ہی کے نام پر کی جا رہی ہے اور سنی بن کر کی جا رہی ہے۔ ہر در و منہ حساس مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اس فریب کا پردہ چاک کرے۔ دینی جراند اور مجلات کے مدیروں اور دیگر اہل سنت اربابِ قلم کو بھی اس طرف توجہ کرنا چاہیئے۔ اور قبل اس کے کہ یہ فتنہ عوام میں جڑ پکڑ کر برگ و بار لائے اس کا قلع قمع ہونا چاہیئے۔

اصل میں بات یہ ہے کہ بعض نادان مسلمان ردِ وافض کے سبب شتم اور تیرابازی سے تنگ آکر جو ابان ہی کی روش اختیار کرنا چاہتے ہیں، ردِ وافض اگر حضرات خلفاء ثلاثہ ابو بکر و عمر و عثمان و دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر طعن کرتے ہیں اور ان کی تحقیر و تہین میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے

توان کا بھی جی چاہتا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ پر طعن کیا جائے  
حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تحقیر کی جائے اور جن صحابہ کرام رضی  
اللہ تعالیٰ عنہم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ رہ کر باغیوں سے  
جہاد کیا ہے ان پر کیمڑا چھالی چلائے۔ اب ظاہر ہے کہ تاریخ اسلام تو  
ان حضرات صحابہ کرام کے محاسن سے بھری ہوئی ہے پھر ان کے مطاعن  
و مثالب کہاں سے لائے جائیں سو اس کے لئے ان نادانوں نے اپنے  
پیش رو روافض کی تقلید میں جھوٹ پر کمر باندھی ہے، روافض حضرات  
خلفاء ثلاثہ اور عام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر افتراء کرتے ہیں، یہ  
نواصب حضرت علی، حضرات حسنین اور ان تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم  
پر جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ تھے طرح طرح کے بہتان باندھتے ہیں  
تمام مسلمانوں کو چاہیے کہ جس طرح وہ روافض سے کنارہ کش رہتے ہیں اور  
صحابہ کرام کے بارے میں ان کی ایک نہیں سنتے اسی طرح ان نواصب  
کی بھی کسی خرافات پر ردھیان نہ دیں۔ صحابہ کرام کی تنقیص اور تحقیر کا جہاں  
تک تعلق ہے اس بارے میں نواصب اور روافض دونوں کا ایک ہی حکم ہے  
دونوں سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔ عام مسلمانوں کو برا بھلا کہنا  
اور ان کی تحقیر کرنا درست نہیں تو پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب  
اور آپ کے جاں نثاروں اور اہل خاندان پر زبان درازی کتنی بری بات ہے  
ان بزرگوں کی شان میں گستاخی کرنا سراسر فسق اور بیعت بڑا گناہ ہے اللہ تعالیٰ  
سب مسلمانوں کو اس گناہ سے بچائے اور ان حضرات کی محبت اور عظمت

ہمارے دلوں میں پیدا فرمائے آمین۔

"مجلس عثمان غنی" کی اس کوشش کو غور سے دیکھا جائے تو حقیقت میں یہ رفض ہی کی تائید ہے کیونکہ رافضی بھی تو یہی کہتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرات خلفاء ثلاثہ کے مخالف تھے۔ انھوں نے ان تینوں میں سے کسی سے بھی اپنی خوشی سے بیعت نہیں کی۔ دل سے ہمیشہ ان کے مخالف ہی رہے۔ اور ان تینوں کی خلافت کی بیخ کنی میں مصروف رہے۔ روافض چونکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ بلا فصل معصوم اور مقرر حق الطاعت مانتے ہیں اس لئے وہ حضرات خلفاء ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو نعوذ باللہ عاصب اور منافق سمجھتے ہیں۔

مگر حنفیہ مجلس عثمان پر کہ اس نے بھی اس کتابچے کے ذریعہ یہی ثابت کیا ہے کہ پہلا واقعی جو کچھ وہ کہتے ہیں سچ بات ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ تو نعوذ باللہ تعالیٰ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر جو تہمت لگائی گئی اس کی سازش میں شریک تھے۔ اسی سازش کے نتیجہ میں آپ نے چھ ماہ تک حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت نہ کی، اسی سازش نے ایران کے مقتوحین کا ایک گروہ پیدا کر دیا جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر دیا یہی سازش تھی جو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف مکمل کر سامنے آگئی اور آپ کو شہر مدینہ میں ہلاک کر ڈالا گیا۔ اب خود ہی سوچئے کہ کوئی رافضی بھی اس کے زیادہ اور کیا کہے گا۔ فرق بس اتنا ہے کہ روافض اپنے زعم باطل کے مطابق حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی مخالفت کی بنا پر حضرات خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی تکفیر کے درپے ہیں اور "مجلس عثمان غنی" اپنے افرار کے مطابق اس مزعومہ سازش کا

ڈانڈ ابوہب اور اس کی بیوی کی اسلام دشمنی اور عناد سے ملا کر اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اس سازش میں شریک قرار دیکر نعوذ باللہ آپ کو اسلام سے خارج قرار دینا چاہتی ہے۔ پھر اس خرافات کا نام جو سرا سر من گھڑت اور جھوٹ ہے۔ بجائے تبلیغ تحقیقات رکھ دیا کیا دنیا میں اس سے زیادہ ظلم اور بے حیائی کی اور کوئی مثال ہو سکتی ہے۔ یہ محققانہ مقالہ نہیں جھوٹا افسانہ ہے۔ موجودہ دور کے ملحدوں، کونسلوں اور منکرینِ حدیث نے اپنی پوری توانائیاں اس امر پر صرف کر رکھی ہیں کہ کسی نہ کسی طرح مسلمانوں کو ان کے عقائد سے برگشتہ کیا جائے۔ اس سلسلہ میں ان کا پہلا اقدام یہی ہوتا ہے کہ اسلامی تاریخ پر ہاتھ صاف کیا جائے اور مسلمانوں کا اعتماد اس پر سے اٹھایا جائے۔ تاریخ اسلام میں جو محبوب شخصیتیں ہیں ان کو مجروح کیا جائے ان کے کردار میں طرح طرح کے کیڑے نکالے جائیں اور جو شخصیتیں نفرت کا نشان رہی ہیں ان کی عظمت جھٹائی جائے۔ ان کی خوبیاں گنتائی جائیں۔ اسی غرض سے یہ لوگ مروان اور یزید کے دیوانے ہیں۔ اور حضرت علی رضی اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کی عیب چینی کرتے ہیں۔ اس کے بعد دوسرا اقدام حدیث و سیرت پر بے اعتمادی کا اظہار ہے۔ اور پھر قرآن پاک کی من مانی تاویلیں کر کے دین متین کو مسخ کرنا ہے۔ یہ سب اقدامات بتدریج کئے جاتے ہیں اور اس طرح کئے جاتے ہیں کہ عام آدمی کا ذہن قوری طور پر اس سازش کی طرف منتقل نہیں ہوتا اور وہ شروع میں اس کو ایک اصلاحی اور تحقیقی کام سمجھنے لگتا ہے۔ حالانکہ درحقیقت یہ ایک بہت بڑے فتنہ کی بنیاد ہوتی ہے جو بالآخر الحاد اور کفر دینی

پر جا کر ختم ہوتی ہے۔ تمام مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اس ناپاک کوشش کو شروع ہی میں ناکام بنا دیں تاکہ اس کے برے اثرات سادہ لوح عوام کے ذہنوں پر مرتب نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان لمحدوں اور دہریہ بافوں کے شر سے تمام مسلمانوں کو محفوظ رکھے آمین یا رب العالمین۔

مجلس کے شائع کردہ اس کتابچہ پر دوبارہ غور کیجئے۔ اول سے آخر تک پڑھ جائیے اور دیکھئے کہ کیا اس میں کہیں بھی کسی صحابی کے بارے میں پھیلائی جانے والی کسی بدگمانی اور غلط بیانی کو زائل کرنے کی کوئی ادنیٰ سی بھی کوشش کی گئی یا اس غلط ادعا کے برخلاف اس کتابچہ میں امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر جو خلق ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بعد اٹل سنت کے نزدیک امت محمدیہ علیٰ ما جہا الصلوٰۃ والسلام کے افضل ترین فرد ہیں۔ الزام تراشی کی گئی ہے۔ اور حضرت زبیر و حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیہرحہ کا شمار عشرہ مبشرہ میں ہے یعنی ان دس حضرات میں جن کو جیتے جی زبان رسالت سے جنتی ہونے کا مشرکہ ملا تھا۔ اور حضرات حسنین رضی اللہ عنہما پر جو انان جنت کے سردار ہیں اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور محمد بن طلحہ رحمہ اللہ بطعن و طعن ہے۔ اور اس کے بعد سوچئے کہ یہ مجلس ان حضرات پر طعن و تشنیع کے ذریعہ اسلام کی کون سی قدسیت انجام دینا چاہتی ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ نے ”تفہیمات الہیہ“ میں عقائد اہل السنۃ والجماعہ پر ایک چھوٹا سا رسالہ قلمبند فرمایا ہے جس میں



حضرات صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں اہل حق جو عقیدہ رکھتے ہیں اس کی تفصیل ان الفاظ میں سپرد قلم فرمائی ہے

ونشهد بالجنة والخير

للعشرة المبشرة، وناطمة

وخذيجة وعائشة والحسن

والحسين رضي الله عنهم

ونوترهم ونعترف

بعظم محملهم في الاسلام

وكن ذلك اهل بدار

اهل بيعة الرضوان

وابوبكر الصديق امام

حق بعد رسول الله

صلى الله عليه وسلم ثم

عمر ثم عثمان ثم علي رضي الله عنهم

اور ہم حضرات عشرہ مبشرہ، حضرت فاطمہ، حضرت خدیجہ، حضرت عائشہ، حضرت حسن، حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان سب حضرات کے حق میں ان کے حق میں اور برگزیدہ ہونے کی شہادت دیتے ہیں، ان کی توفیق کرتے ہیں اور اسلام میں جو ان حضرات کا بڑا درجہ ہے اس کا اعتراف کرتے ہیں اور اسی طرح سے ان حضرات کے بارے میں بھی کہ جو غزوہ بدر اور معیت رضوان میں شریک ہوئے۔

اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد خلیفہ برحق حضرت ابوبکر صدیق تھے پھر حضرت عمر پھر حضرت عثمان پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم پھر خلافت نبوت کی مدت پوری ہو گئی اور اس کے بعد

۱۵ ان حضرات کے اسماء گرامی یہ ہیں (۱) ابوبکر صدیق (۲) عمر فاروق (۳) عثمان ذی النورین (۴) علی مرتضیٰ (۵) ابوعبید بن الجراح (۶) عبدالرحمن بن عوف (۷) طلحہ بن عبید اللہ (۸) زبیر بن العوام (۹) سعد بن ابی وقاص (۱۰) سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہم کسی فارسی شاعر نے حسب ذیل قطع میں ان حضرات کے اسماء گرامی کو نظم کر دیا ہے۔

ابوبکر و عمر عثمان و علی

طلحہ سمیت ذنا میر و عبد الرحمن

وہ یاربہشتی اندک طبعی

سعدت و سعید و ابوعبیدہ

ثُمَّ تَمَّتِ الْخِلَافَةُ وَبَعَثَ مَلَكَ  
عَضُوضُ دَاوُدَ بَكْرَ هُوَ اللَّهُ عَمَهُ  
أَفْضَلُ لَنَا مِنْ بَعْدِ رَسُولِ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ عَمَهُ...  
وَنَكْفُ السَّتَاعِ عَنْ ذِكْرِ الصَّحَابَةِ  
الْأَخْيَرِ وَهِيَ أَمْتُنَا وَقَادَتُنَا  
فِي الدِّينِ وَسَبَّحَ حَرَامٌ وَ  
تَعْظِيمُهُ وَاجِبٌ (ج - ا ف ت ا)  
طَبِيعٌ يَجْنُورُ شَرَّهٖ شَاثِمٌ كُرْدٌ مَجْلِسٌ عِلْمِيٌّ ذَاهِلٌ

اللہ تعالیٰ ان تمام ملحدوں اور دروغ بافوں کے شر سے کی جو صحابہ  
کرام رضوان اللہ علیہم کے بارے میں مسلمانوں کے ذہن کو مسموم کرنا چاہتے  
ہیں ساری امت محمدیہ کو بچائے آمین یا رب العالمین۔ وصلى الله تعالى  
على سيد المرسلين سيدنا محمد وعلى آله واصحابه اجمعين

محقق عبد الرشید نعمانی  
۵ رمضان المبارک ۱۴۲۸ھ

# شہداء کربلا پر افترا

شہادتِ حسینؑ کے بارے میں  
ایک خود ساختہ داستان کا ٹیپ جائزہ

از

مولانا محمد عبدالرشید سیالوی

ناشر

ڈاکٹر محمد عبدالرحمن عظیمی

مؤتیس و مدیر

التحقیق و تبیین

لے ۷، ۷، نظم نگر پوسٹ آفس، لیاقت آباد  
کراچی ۷۵۹۰۰



الحمد لله رب العالمين، والعاقبة للمتقين، ولا عدوان الا على  
الظالمين، والصلوة والسلام على سيدنا محمد الصادق الامين  
وعلى آله وصحبه اجمعين الى يوم الدين - اما بعد:-

**نواصب کون ہیں** ”نواصب“ ”ناصبیہ“ اور ”اہل نصب“

تاریخ میں ان لوگوں کا لقب ہے جنہوں نے حضرت علی  
کرم اللہ وجہہ اور ان کی آل و اصحاب کے خلاف بغض و عداوت کا علم بلند کر رکھا  
تھا چنانچہ علامہ زکحشری ”اساس البلاغہ“ میں لکھتے ہیں۔

و ناصبت لفلان، عادیته ناصبا  
ومنہ الناصبیۃ والنواصب  
داہل النصب الذین ینصبون نعلی  
کرم اللہ وجہہ  
ناصب لفلان کے معنی آتے ہیں میں نے  
اس سے عداوت کھڑی کی، چنانچہ جو لوگ  
حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے عداوت  
رکھتے ہیں ان کو اسی بنا پر ”ناصبیہ“ ”نواصب“  
اور ”اہل نصب“ کہتے ہیں۔

جس طرح روافض کا مذہب حضرات خلفاء ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے  
تبری و بیزاری اور ان کو طرح طرح کے مظالم سے مطمئن کرنا ہے۔ بعینہی ہی طریقہ  
نواصب کا خلیفہ رابع حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ہے۔

**لواصب کا خاتمہ** | مشرق میں جب بنی عباس کے ہاتھوں بنی امیہ کی حکومت کا خاتمہ ہوا اور ان کا آخری حکمران مروان الحمار قتل

ہو گیا، تو اس کے قتل کے ساتھ ہی اس فرقہ لواصب کا بھی جس کو ”شعبہ مروانیہ“ و ”شعبہ امویہ“ اور ”شعبہ عثمانیہ“ بھی کہا جاتا ہے خاتمہ ہو گیا۔ اور پھر دنیا ان کے ناپاک وجود سے جلد ہی پاک ہو گئی، چنانچہ علامہ تقی الدین احمد بن علی المعروف بالمقرئ بنی اپنی مشہور و معروف کتاب ”المخطوطات الأثریة فی مصر والقاهرة والنیل وما یتعلق بہا من الآثار“ میں لکھتے ہیں۔

جب مروان الحمار بنی امیہ کا آخری تاجدار قتل ہو گیا اور بنی امیہ کے ایام حکمرانی بنی عباس کے ہاتھوں ۳۲ ہجری میں ختم ہو گئے تو اصحاب مذہب مروانی کی چنگاری بھی بجھ گئی، یہ وہ لوگ تھے جو حضرت علی کو رم اللہ تعالیٰ وجہ پر ہٹا اور سب و شتم کیا کرتے تھے اور جب بنی عباس کا ظہور ہوا ان کی یہ حالت ہو گئی کہ اپنے قتل سے خائف رہنے لگے اور ڈرتے رہتے کہ کہیں کسی کو ان کی اطلاع نہ ہو جائے، ہاں ایک چھوٹی سی جماعت جو ”داعیات“، ”مصر کے بالائی مغربی علاقہ وغیرہ کے اطراف میں تھی، وہ ایک مدت تک مروانی مذہب پر جمی رہی۔

فلما قتل مروان وانقضت ایام بنی امیہ بنی العباس فی سنة ثلاث وثلاثین ومائة خمدت جمرۃ اصحاب المذہب المروانی وہو الذین كانوا یسلبون علی بن ابی طالب ویترؤن منه، وصادوا منذ ظہر بنو العباس مخافون القتل ویخشون أن یطلع علیہم احد الا طائفة کانت بناحیة الواحات وغیرہا، فانہم اقاموا علی مذہب المروانیۃ دہراً حتی فئوا ولحق بقیہ لہما لان بدیار مصر وجود البقۃ۔

(ج ۷ ص ۳۸، ۳۹، شرح لؤلؤ فی مصر ۱۳۸ھ)

بالآخر وہ بھی فنا ہو گئی اور اب دیارِ مصر  
میں ان کا سرے سے کوئی وجود ہی باقی  
نہیں۔

اور برصغیر ہند و پاک تو ان کے وجود  
نامنوس سے شروع ہی سے پاک پلا

## برصغیر میں ناصیبت کی تحریک

آتا تھا، تا آنکہ حال میں محمود احمد عباسی امرہ ہوئی، لے "خلافتِ معاویہ و یزید" لکھ کر  
اس فتنہ کو نئے سرے سے ہوا دی اور اس کے مہر جانے کے بعد کمیونسٹوں اور منکرین  
حدیث نے موقع سے فائدہ اٹھا کر عباسی کے قبیحین کی پٹیٹھوکی اور ان کو "ناصبیت"  
کے شنی کو فروغ دینے پر لگا دیا، چنانچہ اب مختلف ناموں سے انھیں قائم ہو گئی ہیں جن  
کا کام ہی اہل سنت کو باوجود اعتدال سے ہٹانا ہے۔ اسی سلسلہ کی ایک انجمن "مجلس  
حضرت عثمان غنی" کراچی ہے جس کے شائع کردہ پہلے کتابچہ پر مکمل تنقید "ناصبی سازش"  
کے نام سے شائع ہو چکی ہے۔ اور اب یہ اس مجلس کے شائع کردہ دوسرے کتابچہ کا  
مختصر سا جائزہ ہے۔

یہ کتابچہ بھی چھوٹی "تعلیمی پماتیں" صفحات کا ہے جس کا نام ہے "داستانِ کربلا  
حقائق کے آئینہ میں" اس کے مرتب بھی وہی "احمد حسین کمال" (سی ۳۵) اور نگار  
کراچی (۳) ہیں، یہ سلسلہ مطبوعات "مجلس حضرت عثمان غنی" کی دوسری کڑی ہے۔

مجلس عثمان غنی کا تعارف اور پروگرام  
لیکن جائزہ لینے سے پہلے مجلس کا  
تعارف اور پروگرام پڑھیے جو ان

”مجلیس حضرت عثمان غنی“ نے قطبیت پر تاریخ اور تفسیہ اذیان کی مجموعہ چلائی ہے

اس کا ایک نمونہ تو ”اکابر صحابہ پر بہتان“ میں گزرا، اب تاریخی اساطیر سے ڈھونڈ ڈھونڈ کر مجلس نے جس طرح اسلام کی تاریخ کو حقیقی اور صحیح روپ میں پیش کیا یا درحقیقت اسے مسخ کیا ہے اس پر نظر ڈالیجے !

اس کتابچہ کا نام ”داستانِ کربلا“ حقیقت میں اسمِ باسٹی ہے عربوں کے کاهنوں کی طرح ایک سچ میں سو جھوٹ ظاہر کر یہ داستانِ تیار کی گئی ہے۔ اردو ادب کے سب سے طویل افسانے ”داستانِ امیر حمزہ“ کی طویل و عریض اور ضخیم جلدیں اگر کسی کی نظر سے گزری ہیں اور اس نے نو شیر دل نامہ، پرتو نامہ، کوچک نامہ، باختر نامہ، باد بخت نامہ، امیر نامہ، طلسم ہوش ربا، بقیہ طلسم ہوش ربا، صندلی نامہ، تورنج نامہ، لعلِ ناصبہ، طلسم خیالِ سکندری، طلسم نو شیر حمیدی، طلسم روضۃ دار سلطانی وغیرہ کا مطالعہ کیا ہے تو اس کے سامنے یہ حقیقت عیاں ہوگی کہ اس طویل داستان میں اتنا تو سچ ہے کہ اس افسانے کے ہیروز امیر حمزہ، عمر دہشتِ امیہ، عمری، مددیکر تب، مالک اشتر، اندیشہ ابنِ سعدان، نوشیستران، بزد چہر، افراسیاب، زمر دشاہ باختری وغیرہ کا تاریخی وجود تو بے شک تھا اور ان نامبر دگان میں سے سابق چار افراد عرب سے تعلق رکھتے تھے اور بقیہ کچھ پانچ غم سے، لیکن ”داستانِ امیر حمزہ“ پڑھنے والوں میں شاید ہی کوئی ایک آدمہ اتنی ایسا ہو جو اس داستان کو صحیح سمجھتا ہو اور اس جھوٹ کو سچ باور کرتا ہو، خود لکھنؤ کے شیعہ داستان گو، محمد حسین جاہ اور تصدق حسین قرنلے بھی جن کے قلم سے ”داستانِ امیر حمزہ صاحبِ قرآن“ کی طویل و ضخیم جلدیں نکلی ہیں، کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ ”داستانِ امیر حمزہ صاحبِ قرآن“ کی کوئی تاریخی حیثیت بھی ہے،

مگر آفرینی ہے ”مجلس عثمان غنی“ کے ارکان اور اس مجلس کے ہیروز احمد حسین کمال پر جنہوں نے اپنے جی سے گڑھ کر ”داستانِ کربلا“ لکھی اور اس پر بعد طعرات یہ دعویٰ بھی کیا ہے کہ یہ دروغ بہ فروغ ایک تاریخی حقیقت ہے اور یہ داستان



”حقائق کے آئینہ“ میں سپرد قلم کی گئی ہے، سچ ہے۔

إِنَّا لَمُتَّعِيْنَ فَاصْنَعِ مَا شِئْتَ ، بے حیا باشس و ہرچہ خواہی کن۔  
 ”بہس عثمان غنی“ کے لیے تو واقعی یہ خوشی کا مقام ہے کہ انہوں نے یہ کیا۔ بچہ کھڑکھڑو  
 کے شیعہ داستان گویوں کو جھوٹ بولنے میں بھی مات کر دیا۔  
 آفسیں باد بریں ہمت مردانہ تو

اب ذرا دل پکڑ کر اس داستان کو پڑھیے اور احمد حسین کمال نے داستان سرائی  
 میں جو کمال دکھایا ہے اور افسانہ طرازی میں جس جرأت و بے باکی کا مظاہرہ کیا ہے اسے  
 غلط نہ کیجئے۔

### خود ساختہ داستان کربلاؓ

داستان کربلاؓ کا آغاز اس طرح ہوتا ہے:

بث اهل المرقا الى الحسين الرسل والكتب يدعونہ اليہم  
 فخرج متوجهاً اليہم في اهل بيته و مستين شخصاً من اهل  
 الكوفة صحبة۔ (البدایہ والنہایہ، ج ۲، ص ۱۵۲)  
 ۶۶ رجب ۶۰ کو امیر المؤمنین حضرت معاویہؓ کا انتقال ہو گیا۔ ۲۸  
 رجب ۶۱ ہجری کو امیر نزیہ کے ہاتھ پر بیعت خلافت ہو گئی۔ شیعان کوفہ  
 میں حضرت حسینؓ اہل و عیال سمیت مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ تشریف لے  
 آئے، اس وقت حضرت حسینؓ کی عمر ۵۵ سال کی تھی۔

کوفہ میں رہنے والے شیعان علی کو جب یہ معلوم ہوا کہ حضرت حسینؓ  
 مدینہ سے مکہ آکر مقیم ہو گئے ہیں تو انہوں نے آپ کے پاس کیے بعد دیگے  
 قاصد پر قاصد روانہ کرنے شروع کر دیے کہ آپ کو فخر تشریف لے  
 آئیں، ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہتے ہیں اور آپ کو خلیفہ بنانا

جاتے ہیں۔

آپ نے صورت حال کا جائزہ لینے کے لیے اپنے تایا زاد بھائی مسلم بن عقیل کو کوفہ روانہ کیا، کوفہ میں رہنے والے شیعان علی کے پیغامات اب بھی برابر آرہے تھے، حتیٰ کہ ساٹھ کوفیوں کا ایک وفد بہت سے خطوط لے کر آپ کے پاس پہنچا، شروع کی عبارت مشہور عربی تاریخ "البدایہ والنہایہ" سے ماخوذ ہے جس کا ترجمہ یہ ہے۔

اہل عراق (کوفہ) نے حضرت حسین کے پاس متعدد پیغامیں اور بکثرت خطوط بھیجے کہ آپ کوفہ آجائیں، چنانچہ حضرت حسین اپنے اہل بیت کو لے کر ساٹھ کوفیوں کی معیت میں کوفہ روانہ ہو گئے۔

منگل کے دن ذی الحجہ کی ۱۰ تاریخ کو حضرت حسین مکر سے کوفہ کے لیے روانہ ہوئے۔ اس وقت تک امیر فرید کی خلافت کو قائم ہوئے ۶۷ھ چھپکے تھے اور امیر فرید کے اتھپڑا موصوٰع بن عبد اللہ بن زبیر اور کوفہ کے چند سو آدمیوں کے شام، عراق، مصر، اور عرب کے تمام مسلمان بیعت کر چکے تھے۔ اہل بیعت کر لے والوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ۱۸۹۵۹ صحابہ کرام شامل تھے جو اس وقت حیات تھے۔

جب حضرت حسین اپنے قافلہ کے ساتھ زُرّود پہنچے تو وہاں آپ کو معلوم ہوا کہ مسلم بن عقیل کوفہ میں قتل ہو گئے ہیں۔ اس سانحہ کی اطلاع سے آپ دل برداشتہ ہوئے اور واپس مکہ چلا جانا چاہا، لیکن جو ساٹھ کوفی ساتھ تھے، انہوں نے اصرار کیا کہ آپ ضرور کوفہ چلیں۔ مسلم بن عقیل کی بات اور تھی۔ آپ کی حیثیت دوسری ہے، کوفہ کے شیعان علی

آپ کا ساتھ ضرور دیں گے، موضع زُرُود، مکہ سے کوفہ جانے والے راستہ پر ”۱۸ ویں“ منزل پر واقع ہے اور مکہ سے اس منزل تک کی مسافت ۴۵۹ عربی میل ہے، مسلم بن عقیل کی وفات کی خبر سن کر اور کوفیوں کی سابقہ جملہ دفائیوں، غدار یوں کا احساس کر کے آپ اسی مقام پر رک گئے جو کوئی آپ کو مکہ سے لے کر آئے تھے وہ کوفہ چلنے پر اصرار کرتے رہے اور آپ جانے میں تردد فرماتے رہے۔

کوفہ کی حکومت کو جب آپ کے موضع زُرُود میں رک جانے کی اطلاع ملی تو صورت حال معلوم کرنے کیلئے عمر بن سعد اور شمر بن ذی الجوشن کو ایک دستہ کے ساتھ آپ کے پاس بھیجا..... ان دونوں نے حضرت حسین سے طاقات کی اور آپ کا ارادہ اور منصوبہ معلوم کیا، آپ نے فرمایا:-

میں کوفیوں کے بلانے اور اصرار کرنے پر کوفہ آ رہا تھا، ان کے یہ سلیکڑوں خطوط میرے پاس مکہ میں آئے اور متعدد قاصد بھی زبانی بینامات لاتے رہے، میں نے اپنے بھائی مسلم بن عقیل کو دریافت حال کے لیے کوفہ بھیجا تھا، ساٹھ کوئی جواب میرے ساتھ ہیں، مسلم کا خط لے کر میرے پاس آئے کہ کوفہ آجائیں، اہل کوفہ بیانی سے آپ کے منتظر ہیں، چنانچہ ان ساٹھ کوفیوں کے ساتھ میں کوفہ کے لیے روانہ ہو گیا یہاں آکر معلوم ہوا کہ کوفیوں نے مسلم بن عقیل کو دھوکہ سے قتل کر دیا، اس لیے اب، میرے سامنے یہی چارہ کار رہ گیا ہے کہ شام چلا جاؤں اور یزید کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر اپنا معاملہ طے کر لوں،

عمر بن سعد نے کوفہ کے گورنار بنی زیاد کو اس صورت حال سے اور حضرت حسین کے ارادہ سے مطلع کر دیا، حمید اللہ بن زیاد نے قبلت کہہ کر منگوسے دسہ دی اور ساتھ ہی احتیاطاً عمر بن سعد اور شمیر بن ذبی الجوشن کو ایک دستہ کے ساتھ حضرت حسین کے قافلہ کے ہمراہ جانے کا حکم دیا، تاکہ جو کوئی حبشی قافلہ کے ساتھ ہیں وہ آگے چل کر حضرت حسین کو کسی اور راستہ کی طرف نہ لے جائیں، یا کہیں اور شرارت نہ کھڑی کر دیں، تاہم یہ دستہ حبشی قافلہ سے ذرا فاصلہ پر رہ کر چلا۔

مقام ”واقصہ“ سے حضرت حسین نے کوفہ جانے والی راہ چھوڑ دی اور اب ”انقرضا“ اور ”میشیتہ“ کی سڑکوں سے گزرتے ہوئے دمشق کی راہ پر چل پڑے، ۹ محرم کی شب کو ”الغزیب“ اور ”قصر مہال“ کی سڑکیں طے کر کے آپ نے ”الطف“ کی سرسبز و شاداب زمین میں ”کرہلت“ کے مقام پر چپاں پانی کے چار چشمے بہتے ہیں، قیام فرمایا اسی ”کرہلت“ کو ”کرہب و بلا“ کے معنی پہنانے کے لیے کرہب بنا دیا گیا۔ ”کرہلت“ عربی میں مرطوب جگہ کو کہتے ہیں۔

یہ بھی داستانیں سرانی کا ایک جزو ہے مگر ناچینیوں کے ”امام التاریخ الحجازی“ نے یہ لکھے ہیں: ”ارض الطعن کے قریب عقر کی مضافاتی زمین“، کرہب کہلاتی تھی، جو دوڑوں لگنے والی اور چھاڑ جھنکار سے صاف اور نرم و لطیف زمین تھی، نیز جو تحریر مذکور کی فصل غلط سمجھوڑنے کے کام میں لگائی تھی اور اسی بنا پر ”کرہب“ کہلاتی تھی، اختلاف صحابہ و یزید میں ۲۰۵-۲۰۶ طبع چہارم) یاد رہے ”تاریخ اور جغرافیہ کی کتابوں میں موضع ”کرہب“ کا تذکرہ کرتا ہے مگر ”کرہلت“ نامی کسی مقام یا موضع کا ذکر نہیں ملتا۔ آخر وہ داستان ہی کیا جس میں جھوٹ نہ ہو۔

گرفتار دیا نئے فرات سے جس میں میل دُور اور کوفہ سے کچیں میل کے  
فاصلہ پر واقع ہے۔

دوسرے دن آپ کے ہمراہی کو فیوں نے اصرار شروع کیا کہ آپ  
دشمن نہ جائیں اور اپنی خلافت کا اعلان کر کے اپنے والد کی طرح اہل  
شام سے جنگ کریں، آپ نے اس سے انکار کیا جسے کہ آپ نے  
یہاں تک فرمایا،

”افسوس تمہیں لوگ جو جنھوں نے میرے والد حضرت علی  
کو دھوکہ دیا اور شہید کر دیا، میرے بھائی حضرت حسن  
کو زخمی کیا اور مایوس بنایا اور میرے عم نادر بھائی مسلم بنی  
عیقل کو کوفہ کا قتل کما دیا، سچ ہے جو بھی تمہارے دھوکہ  
میں آجائے بڑا حق ہے۔“

(بخاری، بیہقی، طبری)

ساتھوں کوئی یہ سمجھ گئے کہ اب حضرت حسینؓ کا ان کے قابو میں نہ ہونا  
ہے، لیکن ان سے جدا ہونا اپنی زیادتی گرفت میں پڑ جانا ہے جو اُلتینا  
جبرت ناک سزا دے کر رہے گا۔ اپنی زیادتی کا فوجی دستہ ساتھ میں  
اس لیے ابی سب نے باہم صلاح و مشورہ کر کے عصر و مغرب کے درمیان  
گیمپ میں ہنگامہ برپا کرنے اور قافلہ حسینی کے تمام افراد کو ہلاک کر کے  
رات کی تاریکی میں بھاگ نکل جانے کا منصوبہ بنایا چنانچہ عصر کی نماز کے  
بعد یہ سب کے سب ایک دم حضرت حسینؓ اور ان کے اہل بیت کے  
خیمہ پر ٹوٹ پڑے اور حضرت حسینؓ سمیت کئی افراد کو قتل کر ڈالا خیمہ  
میں شور برپا ہو گیا، کچھ عورتیں و خیر و خیمہ سے باہر نکل آئے، کچھ لوگ دانا

اور جوانی کا روانی کرنے لگے، اس شور و غل اور ہنگامہ کی آواز و شور و محافظ  
دستے نے بھی سنی، مگر شمر اور عمر بن سعید کی کیمپ کی طرف دوڑے، شام  
کا جھپٹا ہو چکا تھا، ان سب نے اگرچہ تمام کو فیوں کو گھیر کر اور پکڑ کر  
قتل کو ڈالا، ایک آدھری بیچ کر نکل بھاگنے میں کامیاب ہو سکا، لیکن افسوس  
اسی دو ماں حضرت حسینؑ کی زخم کھا کر شہید ہو چکے تھے، ان کے صاحبزادے  
علی اکبر اور عبداللہ بھی قتل ہو گئے تھے، حضرت حسن کے تین صاحبزادے  
عبداللہ، قاسم، ابوبکر بھی قتل کر دیے گئے تھے، عبداللہ بن جعفر کے  
لڑکے عون اور محمد بھی مارے گئے تھے اور حضرت عقیل کے چاروں لڑکے  
جعفر، محمد، عبدالرحمن، عبداللہ اور عبداللہ ثانی بھی مارے جا چکے تھے  
یعنی جب تک عمر بن سعد، شمر بن ذی الجوشن اور حرث غازی علی کو  
کو فیوں کے حملہ سے بچانے کے لیے دوڑ کر پہنچے، اس خاندان کے  
اکس افراد حضرت حسین سمیت شہید کیے جا چکے تھے، مگر بھی کو فیوں  
کو مارتے ہوئے ایک کو فی کے فار سے قتل ہو گئے۔ یہ المناک سانحہ  
مہرم سلمہ بھری مطابق تاریخ ۱۰ ربیع الثانی ۶۱ھ کے دن پیش آیا  
بعض روایتوں میں ہے کہ یہ سانحہ ۱۰ صفر کو ”کوہِ بلیت“ کے بجائے  
”خینوا“ کے مقام پر پیش آیا۔ بہر حال عمر بن سعد اور شمر نے خاندانِ علی کی  
لشکروں کو اکٹھا کیا، ان کی فوج جازہ ادا کی اور ان کو نہایت احترام کے ساتھ  
دفن کر دیا، کو فیوں کی لاشوں کو وہیں پڑا رہنے دیا۔ بلکہ دستِ کمرے ہونوں  
نے انھیں پانی بھی کیا، تاکہ عبرت کا سامان بن جائیں، خاندانِ علی کے

بچے بچے افراد خواتین کو کو ذرا آرام سے رکھا، جو لوگ زخمی ہو گئے تھے ان کا علاج کیا۔

کود میں بعض شیعان علی نے خفیہ طور سے ان حضرات سے ملاقات کی، اپنی ہمدردیاں جتائیں، انہیں شام جانے سے روکنا چاہا اور مشورہ دیا کہ مکہ چلے جائیں، لیکن حضرت حسین کے صاحبزادے زین العابدین نے جنہیں زخمی کر کے کوئی سمجھتے تھے کہ مر چکے ہیں، مگر خوش قسمتی سے زندہ بچ گئے تھے، اور اب کو خد میں ابھی زیادہ عمر ہیں سعد و اود شمر ذی البوثن کی سرپرستی دیکھ بھال میں علاج کرا رہے تھے فرمایا،

”اے خداؤ! اے حکام و سربراہان ہرگز تمہارے فریب میں نہیں آؤں گا، ہرگز تمہارے قول و قرار پر اعتبار نہیں کروں گا۔“

خاندانِ علی کے افراد کچھ عرصہ کو خد میں ابھی زیادہ کے وہاں رہے، پھر پورے حفاظت اور آرام کے ساتھ دمشق روانہ ہو گئے، جہاں ایک مدت تک ان سب نے خلیفہ یزید کے محل میں قیام کیا، امیر یزید کے اہل بیت کی اور ان کے لوگوں کو جو اس وقت تک ان کے ساتھ تھے ان کے ساتھ لے گئے۔

یزید نے اپنے والد حضرت صادق کے طریقہ کے مطابق حضرت حسین صاحبزادے علی المعروف زین العابدین اور دوسرے افراد خاندان کے شہادتیے مقرر کر دیے اور یہ حضرات نہایت اطمینان و آرام کے ساتھ کئی پشتوں تک ان وظائف پر زندہ بسر کرتے رہے۔

(از ص ۲ تا ص ۱۲)

یہ ہے ”مجلس حضرت عثمان غنی“ یعنی حال کے ”مذہب مرواتی“ کے داستان گو احمد حسین کمال کی بنائی ہوئی داستان جو ابھی آپ کی نظر سے گزری اور جس میں اس امر

کی پوری کوشش کی گئی ہے کہ ”شیلعان اموی“ کے خلیفہ برحق یزید بن معاویہ اور اس کے ظالم گورنر عبید اللہ بن زیاد اور یزیدی لشکر کے سپہ سالار عمر بن سعد اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل میں پیش پیش نہ ہونے والے شخص شمر ذی الجوشن پر کوئی فراسی بھی آپہنچے نہ آئے ہوں، کیونکہ شیلعان بنی امیہ کا یہ عقیدہ ہے کہ ان کے ظفار کی نیکیاں سب اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول ہیں اور ان کے گناہ سب معاف ہیں نیز خلیفہ وقت کی اطاعت ہر حال میں ضروری ہے خواہ اس کا حکم صحیح ہو یا غلط، یہ بھی واضح رہے کہ اس دور کے سب نواصب اگرچہ اسی امر میں سخت کوشاں ہیں کہ جہاں تک بن کے خلیفہ یزید کی پوری پوری تعظیم بجالائی جائے اور اس کے تمام ظالم کارندوں کی ظالمانہ کاروائیوں پر نہ صرف یہ کہ پردہ ڈالا جائے بلکہ انہیں الزام ظلموں کے ساتھ تھوپا جائے، و انتقد نہ کر بلا کی ذمہ داری خود حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے رفقاء کے سر ڈالی جائے، آخر کے مظالم کا ذمہ دار مدینہ طیبہ کے حضرات صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم کو قرار دیا جائے اور مگر معطلہ کے محاصرہ کے سلسلہ میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر الزام عائد کیا جائے اور اس کاوش میں اپنی تمام فہمی صلاحیتوں اور توانائیوں کو اس ہتھیاری اور چالاک کے ساتھ کام میں لایا جائے، نہ سادہ لوح حوام گمراہی میں پڑ جائیں اور ان کے دھوکہ اور فریب میں آکر سلف صاحبین صحابہ و تابعین اور اہل بیت کو ام رضی اللہ عنہم وحمین سے بدظن ہو جائیں، لیکن نیک بھوٹ آخر جھوٹ ہی ہے اس لیے کسی نہ کسی مرحلے پر جا کر اس جھوٹ کی طبعی کھل ہی جاتی ہے۔

اس داستان کے پہلے جھوٹ کی تفتیح **۱) چنانچہ احمد حسین کمالی** اس  
گوئے اگرچہ حضرت حسین



رضی اللہ عنہ کا قاتل ابو سائٹھ کو فیوں کو بتایا ہے جو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی معیت میں مکہ سے چلے گئے اور راستہ بھر آپ کو درغلائے کی کوشش کرتے رہے، لیکن جب آپ ان کے درغلائے میں نہ آئے اور امیر نیرید کی بیعت کا مصمم ارادہ کر لیا تو یہ سائٹھوں کو کافی سمجھ گئے کہ اب حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دل ان کے قابو میں آنا مشکل ہے اس لیے سب کے سب ملاح و مشورہ کر کے عصر کی نماز کے بعد ایک دم حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے اہل بیت کرام کے خیمہ پر ٹوٹ پڑے اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کئی افراد کو قتل کر ڈالا، عمر بن سعد اور شمر ذی الجوشن کا محافظہ دستہ جو کاروان اہل بیت کی حفاظت کے لیے کوفہ کی حکومت نے بھیجا تھا وہ بھی اس آفت ننگینی سے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے اہل بیت کو نہ بچا سکا مگر ان "شیعہ مروانیہ" "جہلی حضرت عثمان غنی" کے "امام التاریخ شیخ الاسلام علامہ محمود احمد عباسی" کا جس کے لیے یہ ناصبی "رحمۃ اللہ" بھی لکھتے ہیں، یہ بیان ہے۔

۱۔ "جہلی حضرت عثمان غنی" اپنے سلسلہ اشاعت کے چھٹے سرپرست "شیخ علی المرتضیٰ"

کے نام سے شائع کیا ہے اس کے صفحہ رابع پر بھی الفاظ ہیں

"امام التاریخ شیخ الاسلام علامہ محمود احمد عباسی رحمۃ اللہ"

ان کے علامہ جو نے کا تو راقم الحروف کو ذاتی تجربہ ہے، بارہا ملاقاتیں ہوئیں اور مسلسل گفتگو پر تہ چلا کہ جناب کی فارسی کی استعداد ہی ناقص ہے، عربی کا تو کیا ذکر اہل علم حضرات اگر ان کی تالیف "خلافتِ معاویہ و یزید" میں انھوں نے جو عربی فارسی عبارتوں کا ترجمہ کیا ہے اس کا جائزہ لیں تو ان "علامہ صاحب" کی ساری علمی حیثیت جہاں ہو جائے گی اور ان کی شیخ الاسلامی کی شان معلوم کرنا ہو تو ان کے جاننے والے امرہ ہر کے ہمت سے اجاب

”امیر عبد اللہ بن زیاد باغیانہ کوذکی سرکوبی کی غرض سے جو کچھ کر رہے تھے وہ امن عامہ کے تحفظ کی خاطر امیر المؤمنین (یزید) کے احکام کی بجا آؤدی اور اپنے فرائض مفوظہ کی انجام دہی میں کر رہے تھے حضرت حسینؑ کی ذات یا آپ کے اہل خاندان سے انھیں نہ کوئی ذاتی پرغاش تھی اور نہ بغض و عداوت۔۔۔۔

علاوہ ازیں خود امیر المؤمنین (یزید) کے فرمان میں ان کو مزید حمایت تھی کہ جنگ و جدل میں اپنی طرف سے سبقت نہ کریں اور اس وقت تک تلوار نہ اٹھائیں جب تک خود ان کے خلاف تلوار نہ اٹھائی جائے وہ اس حکم کی خلاف ورزی کی جسارت نہیں کر سکتے تھے۔۔۔۔

عمر بن سعد بن ابی وقاصؓ کو قاتل حسینؑ کہا جاتا ہے، مایہ دل کجیائے گا آزدار و خورخاند طرز پر تجزیہ کیا جائے تو یہ قول بھی کذب و افتراء ہی ثابت ہو گا۔۔۔۔۔

حکومت کے یہ دونوں ذمہ دار افسر معاملہ کو بغیر خونریزی کے صلح

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ

ابھی نہ میں ان سے الٹی کی صوم و صلوة کی پابندی اور جمعہ و جماعت کے اہتمام کا حال معلوم فرمائیں نیز وہی اور قرآن کریم کے بارے میں جو وہ اظہار خیال فرماتے رہتے تھے اس کے بارے میں دریافت کریں وہ آپ کو ان کے الحاد و بلے دینی کی تفصیل بتائیں گے۔

یہ بھی ذہن میں رہے کہ عباسی کی کتاب ”خلافت معاویہ و یزید“ کی جب نشر و اشاعت ہوئی تھی تو وہ چینی سفارت خانے میں طایفہ تھے اور احمد حسینؑ کمال کی جب یہ داستان شائع ہوئی تو وہ روسی سفارت خانہ میں طایفہ ہیں۔

دآشتی سے نشانہا چاہتے تھے، دو قوتیں البتہ ان کے مساعی میں حاصل اور غزائم تھیں، ایک تو بردارانِ مسلم ہی عقل کا تہیہ کہ وہ اپنے مقول بھائی کا اتقام لے کر رہیں گے چاہے اس میں انہیں اپنی بھی جانیں نہ دینی چڑیں۔ دوسرے ان کوئی شبائیوں کا وہ یہ تھا جو کوفہ سے کہ گئے تھے اور مینی قافلہ کے ساتھ آ رہے تھے اپنے شن کی ناکامی سے ان کی پذیریشی حد درجہ خراب ہو چکی تھی وہ اپنی خیر اسی میں سمجھتے تھے کہ صلح و مصالحت نہ ہونے پائے، کیونکہ ان کے لیے اب کوئی اور صوت مضر کی نہ تھی، کوفہ جاتے ہیں تو کیفر کردار کو پہنچتے ہیں، وشتی کا رخ کرتے ہیں، تو مستوجبِ تہریر تھے انھوں نے اپنے پیش رو سبائیوں کی تقلید کوئی چاہی، جنھوں نے حضرت علیؓ اور حضرت طلحہؓ و زبیرؓ میں مصالحت ہوتے دیکھ کر آتش جنگ مشتعل کر دی تھی..... چنانچہ ان کو فیوں کی ساری کوشش اب اس بات پر تھی، کہ حضرت حسینؓ اپنے سائبہ

لے عاسی صاحبِ توان کوئی شہداء کو جنھوں نے حضرت حسینؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نصرت میں اپنی جانیں شاد کر دیں۔ سبائی کہہ کر اسلام سے فارغ کرنا چاہتے ہیں اور "مجلس حضرت عثمانؓ غنی" کا داستان گو خود انہی شہداء کو حضرت حسینؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قاتل قرار دینے کی فکر میں ہے۔

مے کیوں کیا حضرت حسینؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یزید کی معیت کرنے کے بعد بھی اپنے ساتھیوں کے لیے امان نہیں لے سکتے تھے؟ جس طرح کہ حضرت حسنؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت معاویہؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے معاہدہ میں یہ طے کر لیا تھا کہ صلح کے احوال عراق پر کوئی دارو گیر نہیں ہوگی۔

مؤقت پر قائم رہیں.....

حکومتِ وقت کے نمائندوں کو حضرت حسینؑ کے ساتھیوں کے ان عزائم کا حال معلوم ہو کر کہ کوفیوں کا یہ سبائی گروہ اس حالت میں بھی کہ انقلابِ حکومت کے بارے میں ان کا سارا پلان اور منصوبہ ہی خاک میں مل چکا تھا، مگر تحریک و ترغیب کی حرکتوں سے باز نہیں آتے، خردی سمجھا گیا کہ ان لوگوں کی رائیہ دوائیوں کا قطعی طور سے خاتمہ کر دیا جائے، چنانچہ مسئلہ کو آئینی نزاحت دی گئی، یعنی عمر بن سعدؓ کی طاقتوں کے تجربہ میں حضرت حسینؑ طعجب آمادہ ہو گئے کہ امیر المومنینؑ سے بیعت کر لیں، ان سے مطالبہ ہوا کہ دمشق تشریف لے جائے۔

سے پہلے ہی ان کے نمائندے کے ہاتھ پر بیعت کر ہی.....

حضرت حسینؑ نے اس طرح بیعت کئے اور ابن زیاد حاکم کو ذکا حکم ماننے سے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ تجھ جیسے شخص کے ہاتھ پر بیعت کر لینے سے بہتر تو جنت ہے..... امیر کوفہ عبید اللہ کے ہاتھ پر بیعت کرنا خود امیر المومنینؑ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے مترادف تھا آپ کے اس انکار پر دوسرا مطالبہ مزید اعتیاد یہ ہوا کہ وہ سب آلاتِ حرب اور ہتھیار جو حسینیؑ قافلہ کے ساتھ ہیں، سماندگانِ حکومت کے حوالہ کر دیں تاکہ اس خطرہ کا بھی سدِ باب ہو جائے، جو ان کوفیوں کی ترغیبانہ گفتگوؤں سے پیدا تھا، کہ مبادا ان کے اثر میں آکر دمشق جانے کے بارے میں اپنی رائے اسی طرح تبدیل نہ کر دیں جس طرح عاملِ مدینہؓ فرمادینے کے بعد کہ صبح جب بیعت عامہ کے لیے لوگوں کو بلانا تو ہم بھی موجود ہوں گے مگر حضرت ابن الزبیرؓ سے

گنگو کے بعد آپ اور وہ دونوں رات ہی میں مکہ منظرہ کو روانہ ہو گئے، حکام کو فہ کے اس مطالبہ نے برادرانِ مسلم بن عقیل کو جو پہلے ہی سے جو شہس انتقام سے مغلوب ہو رہے تھے، اشتغال کر دیا، نیز ان کو فیوں کو بھی جو حسنی قافلہ میں شامل تھے اور جنہیں صلح و مصالحت میں اپنی موت نظر آ رہی تھی، یہ موقع ہاتھ آگیا، انھوں نے اپنے پیش روؤں کی تقلید میں جنھوں نے جل کی ہوتی ہوئی صلح کو جنگ میں بدل دیا تھا، اس اشتغال کو اس شدت سے بھر کا دیا، کہ انتہائی طاقت آزمائی سے فوجی دستہ کے سپاہیوں پر جو ہتھیار رکھوانے کی غرض سے گھبرا ڈالے ہوئے تھے، اچانک قاتلانہ حملہ کر دیا، آزاد عتقی و مستشرقین نے بے وگ تحقیق سے اسی بات کا اظہار کیا ہے کہ حکومت کے فوجیوں پر اس طرح اچانک حملہ سے یہ حادثہ حرق انگیز پیش آگیا۔ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کے مقالہ نویس نے کہا ہے کہ، ”گورنر کو فہ عبید اللہ بن زیاد کو بنید نے حکم دیا تھا کہ حسنی قافلہ کے ہتھیار لے لینے کی تدبیر کرے اور وادی ہجران میں ان کو داخل ہوئے اور شکار اور اغیار پھیلانے سے باز رکھے، کو فہ کے شیعیان علی میں سے کوئی بھی مدد کو کھڑا نہ ہوا، حسنین اور ان کے مٹھی بھرتیوں نے اپنے سے بدرجہا طاقتور فوجی دستہ پر جہانی سے ہتھیار رکھ لینے کو بھیجا لیا تھا، غیر مال اندیش نہ طرہ سے حملہ کر دیا (ص ۱۱۶)“

لے جن کے کہے پر عباسی صاحب کا ایمان ہے۔

عمر بن سعد امیر عسکر نے... کوئی جارحانہ اقدام مطلق نہیں کیا تھا، انکے زیر ہدایت فوجی دستہ کے سپاہی مدافعاہ پہلو ہتھیرا کئے رہے یہ منظر کیا ہی دردناک تھا کہ لنگھوٹے مصالحت یکا یک بدل و قتال میں بدل گئی.....

حضرت حسینؑ کے مقتول ہو جانے پر ابن سعد پر رنج اور غصہ ایسی رقت طاری ہوئی کہ بے اختیار ہرگز زار و قطار رونے لگے....

انہوں نے مفاہلت کی خاطر ہتھیری کوشش کی کہ خون خرابہ نہ ہونے پائے مگر سپاہیوں کی دراندازیوں سے ان کی مسامی ناکام ہو گئیں لیکن تلوار چل جانے پر بھی اپنے سپاہیوں کو مدافعت ہی کے پہلو پر قائم رکھا جس کا بین ثبوت محمد انبی اولوں کے

بیان سے ظاہر ہے جہاں انہوں نے طرفین کے مقتولین کی تعداد و بیان کی ہے کہ حسینی قافلہ کے بہتر مقتول ہوئے، جن میں اکثر و بیشتر جنگ آزمودہ نہ تھے اور فوجی دستے کے جنگ آزمودہ سپاہی اٹھاسی مارے گئے، گویا سولہ فوجی زیادہ کوڑا کر بھی وہ حضرت حسینؑ کی جان بچانے میں کامیاب نہ ہو سکے اور زار و قطار رونے لگے، پھر انہوں نے حضرت حسینؑ کے اہل خاندان کو ان کی بیویوں، کینروں اور دوسری خواتین خاندان نبوت کو عزت و حرمت کے ساتھ پردوار محلوں میں سوار کرا کے روانہ کیا۔

(لاحظہ ہو خلافت معاویہ دینیہ، مؤلفہ محمود احمد عباسی)

طبع چہارم (ص ۳۶ تا ص ۴۱)

شیعان اموی ”مجلس حضرت عثمان غنی“ کے ”امام التاریخ“ کا بیان ایک بار پھر پڑھ لیجئے کہ انہیوں کے یہ امام صاحب کیا فرماتے ہیں، ان کی تحقیق میں حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے اہل بیت، اور ان ساٹھ کوئی حضرات کا جو حضرت مدوح کی میت میں مکر سے کربلا تک آئے تھے، قاتل تو عمر بن سعد کا فوجی دستہ ہی تھا، گویہ عادتاً حزن انگیز اس لیے پیش آیا کہ خود حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے اشتعال میں مکر اس فوجی دستہ پر جو ہمتیار رکھوانے کی غرض سے ان کا گھبرا ڈالے ہوئے تھا، اچانک قاتلانہ حملہ کر دیا، عمر بن سعد نے پھر بھی ممانعت جنگ کی کہ اپنی فوج کے مولد افراد زیادہ کٹوا دیے اور اس طرح بے یاری دستہ فوج کے اٹھاٹی آدمی کام آئے، وہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کاروان میں عباسی کے خیال میں کوئی بہادر اور جنگ آزمودہ سپاہی تھا ہی کہاں! عمر بن سعد اگر خود اقدام کرتا تو جو شجاعان عرب اس کے ساتھ تھے آٹا ٹائیں جیسی قاتلانہ بہتر نفوس کا ستر قائم کر دیتے اور اس کے دستہ فوج کو ایک متنفس کا بھی نقصان نہ اٹھانا پڑتا۔ مگر ”مجلس شیعان عثمان“ کے داستانوں کو نے جو داستان بیان کی ہے وہ امام التاریخ کے بیان کہ وہ افسانہ سے بالکل جدا ہے، اس میں مذکور ہے کہ عمر بن سعد کا دستہ فوج تو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مخالفت پر آمادہ تھا اس نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سرے سے سرے سے جنگ ہی نہیں کی، بلکہ تو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے اہل بیت کو ان کو فیوں کے ہاتھ سے بچانے کے لیے آیا تھا، مگر افسوس کہ اس دستہ فوج کے پہنچتے پہنچتے آپ کو قتل کر ڈالا گیا اور عمر بن سعد کف افسوس ل کر رہ گیا آخر نیریدی فوج نے گھر گھر کر ان سب قاتلان حسین کا کام تمام کر دیا۔

میں قناعت رہ از کجا است تا کجا

ہمارے نزدیک تو نا جینیوں کے امام صاحب اور مجلس کے داستان گو دونوں ہی فناء طرازی اور داستان گوئی میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر ہیں۔ اس لیے ان سے معذرت کرنے کی توقع رکھنا فضول ہے۔ فرق ہے تو بس اتنا کہ نا جینیوں کے شیخ الاسلام عباسی صاحب نے اپنے پیش رو مستشرقین یہود و نصاریٰ ضالین و مضبوطین کی اتباع میں یہ بیان دیا ہے جن کو وہ آزاد اور بے لاگ محقق مانتے ہیں، چنانچہ انھوں نے اس بات کو چھپایا بھی نہیں ہے بلکہ اپنے بیان کے ثبوت میں ”انسائیکلو پیڈیا آف اسلام“ کے مقالہ نویس کا حوالہ دے کر اس کو صاف ظاہر بھی کر دیا ہے، لیکن مجلس حضرت عثمان غنیؓ کے داستانی گو کا سارا بیان غاصب و طبع نادر ہے۔ بہر حال اب شیعہ ابن امویؒ ”مجلس عثمان غنی“ کو چاہیے کہ اپنے نام ابراہیمی مجلس کا اجلاس طلب کر کے پہلے یہ طے کریں کہ ان کے امام صاحب اور ”داستان گو“ دونوں میں سے کس کی بات سچی ہے اور کس کی جھوٹی؟ اور جب یہ فیصلہ کر چکیں تو پھر مسلمانوں سے مخاطب ہوں۔

## داستان گو کی حساب داتی (۲) داستان گو صاحب کی حساب داتی

کایہ عالم ہے کہ وہ یہ بھی شمار کر سکے کہ، ۲۸ رجب سے لے کر ۱۰ ذی الحجہ تک کتنے دن ہوتے ہیں، سب جانتے ہیں جبکہ چاند اترتے دن کا ہو تو چار مہینے بارہ دن ہوں گے ورنہ چار مہینے گیارہ دن اگر یہ اپنے کمال سے اسے چھ مہینے کی مدت بنا رہے ہیں، چنانچہ لکھتے ہیں کہ:-  
”۲۸ رجب سنہ ہجری کو امیر زید کے ہاتھ پر بیعت خلافت ہو گئی“

(داستان کرط ص ۲)

”منگل کے دن ذی الحجہ کی ۱۰ تاریخ کو حضرت حنینؓ کے سے کو ف کے



رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقام شرافت سے چل کر (جو واقعہ سے دو میل پر ہے) ”کوہ فی  
 حرم“ کے دامن میں خیمہ زن ہوئے، تو حرمین یزیدیتی یربوعی ایک ہزار سواروں کے  
 ساتھ آپ کے مقابل آکر اتر پڑا، دوپہر کا وقت تھا۔ نماز ت آفتاب نے حرمین کی  
 فوج اور سواروں کو پیاس سے بے تاب کر رکھا تھا۔ ساتی کوثر علیہ الصلوٰۃ والسلام  
 کے نواسے سے ابن کاہرہ مال دیکھا د گیا، فوراً اپنے خدام کو حکم دیا کہ ان کو اور ان  
 کی سواروں کو پانی چلا کر خوب سیراب کر دیا جائے۔ قلیل حکم میں دیر نہ لگی۔ اور اقل  
 سے آخر تک سب نے خوب سیر ہو کر پانی پیا اور اپنی سواروں کو بھی پلایا۔ آخر کو  
 قادسیہ سے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نقل و حرکت کی نگرانی کے لیے بھیجا  
 گیا تھا اور اس کو حکم دیا گیا تھا کہ حسینی کا روانہ کو عبید اللہ بن زیاد کے سامنے کوہ  
 میں لا کر پیش کیا جائے، عبید اللہ بن زیاد کو جو یزید کی طرف سے کوہ کا گورنر مقرر  
 ہو کر آیا تھا۔ جب یہ خبر ملی کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوہ کے قصد سے  
 کہ مظلہ سے روانہ ہو چکے ہیں تو اس نے کوہ کے پولیس افسر حصین بن تمیم کو کوہ  
 سے یہ حکم دے کر روانہ کیا کہ قادسیہ میں جا کر پڑاؤ ڈالے اور قلعہ طامہ سے لے کر  
 خُتّان تک مسلح کیمپ قائم کر کے ابن کاہرہ کو روک دینا، چنانچہ اسی ہدایت  
 کے مطابق اس نے اپنے سامنے حرمین کی گاہ میں ایک ہزار سواروں سے کران کو حضرت  
 حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابل بھیجا تھا، ظہر کا وقت ہوا، تو حضرت حسین  
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حجاج بن مسروق جعفی کو اذان کے لیے فرمایا حجاج  
 نے اذان دی۔ اقامت کا وقت آیا تو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ روانہ  
 ہوا اور ذیبتن کیے نہیں پہنے تشریف لائے اور حق تعالیٰ کی حمد و ستار کے بعد  
 فرمایا۔

ایہا الناس انہا معذوۃ الی اللہ لا کوا اللہ عزوجل اور تم لوگوں کے سامنے

لیے روانہ ہوئے اس وقت امیر بیزید کی خلافت کو قائم ہوئے ۶ ماہ  
ہو چکے تھے۔ (داستان کر بلا ص ۴)

پہلے سے دروغ گوراما نظہ بنائے

دوسرے جھوٹ کی تنقیح (۳) "داستان کر بلا" دشن ۱۰، پر جو یہ مرقوم  
ہے کہ

"دوسرے دن آپ کے ہمراہی کو فیوں نے اصرار شروع کیا کہ آپ  
دشمن نہ ہائیں اور اپنی خلافت کا اعلان کر کے اپنے والد کی طرح اہل  
شام سے جنگ کریں، آپ نے اس سے انکار کیا، حتیٰ کہ آپ نے  
یہاں تک فرمایا

"افسوس تمہیں لوگ جو جنہوں نے میرے والد حضرت علی کو دھوکہ  
میں رکھا اور شہید کر دیا، میرے بھائی حضرت حسن کو زخمی کیا اور مایوس  
بنایا اور میرے ہم زاد بھائی مسلم بن عقیل کو کوفہ بلا کر قتل کر دیا، پہلے  
ہے جو بھی تمہارے دھوکہ میں آجائے وہ بڑا احمق ہے۔"

(جلال المیون طبری)

موصف فط ہے "داستان کو" صاحب کی عادت ہے کہ وہ موقع بلے  
موقع کہیں بھی فط بیانی سے نہیں چوکتے اور داستان تو پھر داستان ہی ہے اس  
کے بارے میں تو پہلے ہی مشہور ہے کہ

بڑا بھی دیتے ہیں کچھ زیب داستان کیلئے

اس لیے انہوں نے یہاں، موقع سے فائدہ اٹھا کر کچھ کی بجائے بہت کچھ  
عطا دیا ہے۔ مؤرخ طبری کے بیان کے مطابق واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت حسین

حال میں دیکھے کہ وہ محراب تہ البی کو حلال کر رہا ہو، اللہ تعالیٰ کے جہد و پیمان کو توڑ رہا ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا مخالفت ہو اور اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ گناہ اور زیادتی کا معاملہ کرتا ہو اور پھر اپنے قول و فعل سے اس کے خلاف تبدیلی نہ برپا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو بھی اسی کے ٹھکانے پر پہنچانے میں تخی بجانب ہیں "خبردار! ان لوگوں (حکمران ٹولے) نے رحمتی کی اطاعت چھوڑ کر شیطان کی اطاعت اختیار کر لی ہے۔ ملک میں فساد پھیلادیا۔ حدود الہی معطل کر دیں، مال غنیمت اپنے لیے مخصوص کر لیا۔ اللہ تعالیٰ کے حرام کو حلال اور حلال کو حرام کر دیا چنانچہ اس صورت حال میں تبدیلی لانے کا میں سب سے زیادہ حق رکھتا ہوں، تمہارے خطوط میرے پاس آپکے ہیں اور تمہارے قاصد تمہاری اس امر پر ہیئت کی خبر لے کر پہنچ چکے ہیں کہ تم مجھے بے یار

مخالفاً لسنة رسول الله يعمل في عباد الله بالاثم والعدوان فلم يغير عليه بفعل ولا قول، كان حقاً على الله ان يدخله مدخله، الا وان هؤلاء قد لزموا طاعة الشيطان وتركوا طاعة الرحمن واظهروا الفساد وعطلوا الحدود فاستأثروا بالغي، واحلوا حرام الله وحرموا حلاله، وانا احق من غيري قد اتى كتبكم وقد امت على رسلكم ببيمتكم انكم لو تساموني ولا تخذلوني فان تمستم في بيمتكم تصيبوا رشداً

فانا الحسين بن علي وابن فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم، نفسي مع انفسكم واهلي مع اهليكم فلکم فی اسوة وان لم تفعلوا ونقضتم عهدكم وخطبكم بيمتي من اخنا فكم فلعمری ما ہی لکم بنکر لقد فعلنوا بائی وانی وابن عسی

مسلم بن عقیل، والمزور من  
اغتربکم فحظکم اخطاء  
ولعیبکم ضیعتہ، وَمَنْ نَكَثَ  
بِعَاقِبَتِهِ نَكَثَ عَلٰی نَفْسِهِ وَسِیْغَنِي  
اللّٰهُ عَنْکُمْ وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَ  
رَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُہٗ۔

و مددگار نہیں چھوڑو گے پھر اگر تم اپنی  
بیعت کی تکمیل کرتے ہو تو اپنی بھلائی کو  
پالو گے، کیونکہ میں حسین بن علی ہوں  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر  
اہل فاطمہ کا بیٹا ہوں۔ میری جان  
تمہاری جانوں کے ساتھ اور میرے

(تاریخ طبری ج ۵ ص ۴۰۳)

اہل و عیال تمہارے اہل و عیال کے ساتھ

طبع دار المعارف قاہرہ ۱۹۶۷ء

ہیں، تمہارے لیے میں نمود ہوں اور اگر  
تم ایسا نہیں کرتے اور اپنے عہد و بیان کو توڑتے ہو اور میری بیعت کی اپنی گردنوں  
سے اتار پھینکتے ہو تو بھان میں یہ تم سے کچھ بعید بھی نہیں، تم نے میرے باپ،  
میرے بھائی، اور میرے برادر عزا دمسلم بن عقیل کے ساتھ بھی ایسا ہی کیا ہے وہ  
غریب خوردہ ہے جو تمہارے دھوکہ میں آئے۔ تم نے اپنے فائدہ کو کھویا اور اپنی  
قیمت کو خراب کیا۔ جو شخص بھی عہد توڑے گا اس کا زیاں خود اسی کو اٹھانا پڑے  
گا۔ اور اللہ تعالیٰ عنقریب مجھے تم سے بے نیاز کر دے گا۔ والسلام علیکم و  
رحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

یہ ہے وہ تفصیل جو مؤرخ طبری نے ۱۱ ہجری کے حوادث کو بیان کرتے ہوئے  
”مقتل حسین“ کے ضمن میں بیان کی ہے اس میں اول سے آخر تک کہیں ان ساتھ کوئی  
حضرات کا جو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ میدان کربلا میں شہید  
ہوئے کوئی ذکر نہیں بس مقام ”بیضہ“ پر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
نے حر کے لشکر کے سامنے جو تقریر فرمائی، اس کا ذکر ہے اس تقریر میں حضرت  
حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ حرا اور اس کی فوج کے سواروں سے مخاطب ہیں۔

عز وجل وایکے، انی لہ آتکم  
 حتی استنی کتبکم و قدمت  
 علی رسلکم ان اقدم علینا فانہ  
 لیس لنا امام لعل اللہ یجمعنا بک  
 علی الہدی فان کنتہ علی ذلک  
 فقل جئکم فان تعطونی ما اطلبن  
 الیہ من عہودکم و موثیقکم  
 اقدم مصرکم وان لم تفعلوا  
 و کنتہ لقلبی عارہین انصرف  
 عنکم الی المکان الذی اقبلت  
 منہ ایکے۔ (تاریخ الطبری ج ۱ ص ۱۳۳)  
 تمہارے شہر میں چلا چلوں گا اور اگر تم ایسا نہیں کرتے اور میرا آنا تمہیں ناگوار ہے  
 تو میں تمہیں چھوڑ کر اسی جگہ چلا جاتا ہوں جہاں سے تمہاری طرف آیا تھا۔

میرا یہ عذر ہے کہ میں تمہارے پاس اس  
 وقت تک نہیں آیا، جب تک کہ  
 تمہارے خطوط اور تمہارے قاصد یہ  
 پیام لے کر میرے پاس نہیں آئے کہ  
 ”آپ ہمارے یہاں کثرت یافتہ لائیں۔  
 جارا کوئی امام نہیں، ممکن ہے اللہ تعالیٰ  
 آپ کی وجہ سے ہمیں ہدایت پر جمع کر  
 دے۔“ سو تم اب بھی اگر اسی بات پر  
 قائم ہو تو میں تمہارے پاس آچکا ہوں  
 اب اگر تم مجھ سے ایسے عہد و پیمان کرو کہ  
 جی سے مجھے الطینان ہو جائے، تو میں  
 تمہارے شہر میں چلا چلوں گا اور اگر تم ایسا نہیں کرتے اور میرا آنا تمہیں ناگوار ہے  
 تو میں تمہیں چھوڑ کر اسی جگہ چلا جاتا ہوں جہاں سے تمہاری طرف آیا تھا۔

اس وقت تو آپ کی تقریر میں کڑھڑ اور اس کے ساتھ خاموش رہے اور  
 مؤذن سے کہنے لگے امامت کہو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کڑھڑ سے  
 دریافت کیا کہ کیا تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ الگ خانہ پڑھو گے، اس نے جواب  
 دیا نہیں، بلکہ آپ امامت کریں ہم آپ کی اقتدار میں نماز ادا کریں گے، چنانچہ  
 آپ نے ظہر کی امامت فرمائی عصر کی نماز کے بعد پھر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ  
 عنہ نے عصر اور اس کی فوج سے خطاب فرمایا اور حمد و ثناء الہی کے بعد ارشاد  
 فرمایا :

اما بعد، ایہا الناس، فانکم من  
تتقوا وتحرفوا الحق لاهلہ یکن  
ارضی للہ، ونحن اهل البیت اولی  
بولاية هذا الامر علیکم من  
هؤلاء المدعیین مالس لہم  
والسائرین فیکم بالجور والعدوان  
وان انتم کرہتمونا وجہلتم  
حقنا، وکان رأیکم فی ما اتینا  
کتبکم، وقد مت بکم علی رؤسکم  
انصرفتم عنکم ویری منہم  
جس کا تمہارے قاصد میرے پاس پیام لے کر آئے تھے تو پھر میں واپس ہونے  
جاتا ہوں۔

اب تحرر نے آپ کی تقریر سن کر جواب میں کہا۔

انا واللہ ماندری ما ہذا الکتب  
المتی تذکرہ (چھٹینچہ)  
خدا کی قسم ہم نہیں جانتے، آپ کو  
خطوط کا ذکر فرما رہے ہیں۔

اس پر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عقبہ بنی سحان سے فرمایا کہ خدا  
وہ دونوں خرینین تو لاؤ جن میں میرے نام ان کو فیوں کے خطوط ہیں، چنانچہ وہ  
دونوں خرینین جو خطوط سے پر تھیں، ان لوگوں کے سامنے لا کر خالی کر دی گئیں  
اور آپ نے ان خطوط کو پھیلا کر ان کے سامنے ڈال دیا، تحرر نے اب بھی یہی جوب  
دیا کہ،

فانا لسا هؤلاء الذین عتبوا  
ہم تو وہ نہیں ہیں جنہوں نے

ایک، وقد امرنا اذا نحن لقيناك  
 الا نفارقك حتى نقد منك على  
 عبید اللہ بن زیاد (ص: ۲۰۵)  
 جب تک کہ عبید اللہ بن زیاد کے سامنے لے جا کر پیش نہ کر دیں۔  
 اس پر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

الموت ادنیٰ الیک من ذلک  
 اس کی تعمیل میں تو موت تمہارے زیادہ  
 قریب ہے

یہ فرما کر حضرت ممدوح نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ چلو سوار ہو کر واپس  
 چلیں۔ مگر جب یہ حضرات سوار ہو کر وطن واپس جانے کے لیے آمادہ ہوئے تو حتر  
 اور اس کا راستہ روک کر کھڑا ہو گیا، حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حتر  
 سے فرمایا، آخر تم کیا چاہتے ہو حتر نے پھر وہی جواب دیا۔

ارید والله ان انطلق بک الى  
 عبید اللہ بن زیاد (ص: ۲۰۶)  
 حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔  
 اذن والله لا اتبعک۔

اس پر حتر نے کہا۔  
 اذن والله لا ادعک

خدا کی قسم میں بھی اب تمہیں نہیں چھوڑ سکتا۔  
 طرفین سے گتنگو میں تغنی بڑھی تو حتر کہنے لگا کہ مجھے آپ سے قتال کا تو حکم نہیں  
 ملا، البتہ یہ حکم دیا گیا ہے کہ جب تک آپ کو کوفہ نہ پہنچا دوں آپ کا چھٹاڑ چھوڑوں  
 اب اگر آپ نہیں مانتے تو پھر ایسی راہ لیجئے جو نہ کوفہ کو جاتی ہو اور نہ مدینہ کو، یہ  
 بات میرے اور آپ کے مابین انصاف کی ہے۔ میں ابن زیاد کو دکھاتا ہوں اور آپ

چاہیں تو یزید بن معاویہ کو لکھیں چاہیں عبید اللہ بن زیاد کو، شاید اللہ تعالیٰ اس میں کوئی ایسی مافیت کی صورت پیدا کر دے کہ مجھے آپ کے بارے میں کوئی ابتلا پیش آئے۔

چنانچہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ غذیب اور قادیسیہ کی راہ پر بائیں سمت کو مڑ گئے، مگر کا دستہ ساتھ نہیں چھوڑتا تھا، اگلی منزل میں جب مقام ”بیضہ“ پر پہنچے جو واقعہ اور غذیب کے مابین پانی کا ایک تالاب تھا، تو آپ نے وہ خطبہ ارشاد فرمایا جس کا حوالہ ”داستان گو“ نے دیا ہے اور اس کے نقل کرنے سے پہلے اپنے جی سے گڑھ کر یہ اضافہ کر دیا ہے۔

”دوسرے دن آپ کے ہمراہی کوفیوں نے اصرار شروع کیا کہ آپ دمشق، جابیں اور اپنی خلافت کا اعلان کر کے اپنے والد کی طرح اہل شام سے جنگ کریں آپ نے اس سے انکار کیا حتیٰ کہ آپ نے یہاں تک فرمایا الخ“

(”داستان کرہ“ ص ۸۷)

علامہ تاریخ طبری میں ہمیں اس بات کا نام و نشان تک نہیں جو ”داستان کرہ“ نے بیان کی ہے چنانچہ طبری کی اصل عبارت ملاحظہ ہو جو درج ذیل ہے۔

ان الحسین خطب أصحابه و	حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
أصحاب الحربابیضة فحمد	مقام ”بیضہ“ میں پہنچ کر اپنے اصحاب
الله واثنى عليه ثم قال ايها	اور مکر کے رفقاء کے سامنے خطبہ دیا،
الناس ان رسول الله صلى الله عليه	جس میں حق تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد
وسلم قال من رأى سلطاناً جائراً	فرمایا لو کہ! حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
مستحلاً لحرم الله ناكأهد الله	کا ارشاد ہے ”جو کسی ظالم مکران کو اس



اپنے نئی اصحاب سے نہیں جو کہ مسئلہ سے آپ کے ہر کاب تھے، مگر اور اس کی فوج پر رحمت قائم کرنے کے بعد آپ اپنے قافلہ کے ساتھ ہازم مدینہ ہونا چاہتے ہیں، مگر اور اس کا رسالہ سب راہ بن کر کھڑا ہو جاتا ہے اور آپ کو مدینہ طیبہ کی طرف جانے نہیں دیتا، مگر ”داستان گو“ صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بجانے مدینہ طیبہ کے یزید کی بیعت کے لیے دمشق جا رہے تھے اور آپ کے ساتھیوں نے سازش کر کے مصر و مغرب کے مابین کیمپ میں اچانک حملہ کر کے آپ کو شہید کر ڈالا اور پھر اس پر طبری کا حوالہ بھی دے رہے ہیں، مگر میں کہ کون اصل کتاب سے مزاحمت کرے گا جو ہمارے جھوٹ کی پول کھلے گی اور اہل فرسی کا پردہ چاک ہو گا۔ بھلا سوچنے کی بات ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ خطاب اپنے ان جان نثار ساٹھ کوفیوں سے کریں گے جو کہ مسئلہ سے آپ کے ساتھ تھے اور جنہوں نے آپ ہی کھانے میدان کر بلا میں جام شہادت نوش کیا (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)۔ اور طبری میں ”داستان گو“ صاحب کو وہ کونسا لفظ ملے ہے جس کا ترجمہ بڑا احمق کیا گیا ہے؟

”جلال الیون“ کے بارے میں اسی ”داستان گو“ کے الفاظ ہیں

”شیعہ کتاب جلال الیون“

اس لیے ہمیں اس سے مزاحمت کی ضرورت نہیں، ”گو“ داستان گو“ صاحب کی بات کا بھی کچھ اعتبار نہیں۔ دروغ گوئی اور بہتان طرزی و موافق و نواصب دونوں کا شیلہ ہے۔

معلوم نہیں کہ ”مجلس حضرت عثمان غنی“ کیوں عام مسلمانوں کو ایک غلط بات کو صحیح باور کرانے پر تلی ہوئی ہے، تمام اہل السنۃ والجماعۃ حضرات صحابہ کرام و اہل بیت عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجماع کے بارے میں یہ رافضیوں کی خرافات پر

اعتماد کرتے ہیں، نہ ناصبیوں کی بکواس پر، اور نہ ان کے بڑے بھائی فارحیوں کی لغو بات پر، کیونکہ رافضیوں کو حضرات خلفاء ثلاثہ اور عام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پیر ہے اور فارحیوں کو حضرت عثمان حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور ان کے رفقاء سے خاد ہے اور ناصبیوں کو بالخصوص حضرت علی، حضرات حسین اور ان کی اولاد امجاد رضی اللہ عنہم سے۔ "لوا صب" کو اگلے زمانہ میں "شیعہ عثمان" و "شیعہ مرثیہ" اور "شیعہ امویہ" کہا جاتا تھا، بنی امیہ کی حکومت کے ساتھ ایک فرقہ کی حیثیت سے ان کا وجود بھی ختم ہو گیا تھا، اب پھر محمد و احمد عباسی نے "فلافت معاویہ و یزید" لکھے کہ اس فتنہ کو نئے سرے سے ابھارا ہے۔ "جلس عثمان غنی" بھی اپنے شائع کردہ کتابچوں کے ذریعہ اسی فتنہ کو ہوا دے رہی ہے، اور ان سادہ لوح مسلمانوں کے عقائد خراب کرنے کے دہلے ہے جی کو اپنی نادانی سے اس فتنہ کا علم نہیں کہ یہ کیا ہے، وہ اپنی سادگی سے یہی سمجھ رہے ہیں کہ یہ بھی کوئی روافض کی تردید کا مسئلہ ہے حالانکہ اصل بات یہ نہیں بلکہ یہ ناصبی شیعان عثمانؓ مجلس حضرت عثمان غنیؓ کے نام پر رافضیوں کے تمام سب و شتم کا بدلہ حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ اور ان کے صاحبزادے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لینا چاہتے ہیں سچ ہے۔

ماسلمہ الصدیق من رافض  
 فافجی من ناصبین علیؓ  
 حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی رافضی کے برابر سے محفوظ نہ رہ سکے اور  
 ناصبیوں کی طعن سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نجات نہ ملی

تیسرے جھوٹ کی تیغ کہ یزید  
 کی فوج نے حضرت حسین کو قتل نہیں کیا  
 (۴م) "داستانی گو" صاحب  
 نے "البدایہ والنہایہ" کی عربی

جہارت سے اس داستان کا آغاز کیا اور اس کا ترجمہ بھی آگے چل کر لکھا مگر صغر اور جلد کا حوالہ غلط دیا یعنی (جلد ہفتم ص ۱۵۳) لکھا حالانکہ یہ جہارت جلد ہشتم میں ہے قیمت ہے ان کو یہ تسلیم ہے کہ

”البدایہ والنہایہ“ مشہور عربی تاریخ ہے

مگر تعجب ہے کہ حافظ ابن کثیر نے اسی ”البدایہ والنہایہ“ کے اسی صغر پر جو یہ لکھا ہے وہ نظر نہ آیا۔

کتب یزید الی ابن زیاد انه قد  
بلغنی ان حسیناً قد سار الی لکوفۃ  
وقد ابتلی بہ زمانک من بین  
الازمان و بلدک من بین البلدان  
و ابلت انت بہ من بین المال  
و عند ما تفتق او تفود عبدکما  
تروق العبد و تمید قتلک ابن  
زیاد، و بعث یزید الیہ۔  
(۵-۸ ص ۱۶۵ طبع بیروت ۱۳۹۹ھ)

یزید نے ابن زیاد کو لکھا کہ مجھے خبر ملی ہے کہ حسین کوفہ کی طرف چل پڑے ہیں، اب زمانوں میں تیرا زمانہ اور شہروں میں تیرا شہر ان کے بارے میں مبتلا ہوا ہے اور گورؤں میں تو خود ان کے معام میں مبتلا ہو چکا ہے اور ایسی صورت میں یا تو تو آزاد کر دیا جائے گا یا جس طرح غلاموں کو غلام رکھا جاتا ہے تجھے بھی غلام بنا دیا جائیگا چنانچہ ابن زیاد نے حضرت حسین کو قتل کر کے ان کا سر یزید کے پاس بھیج دیا۔

اسی ”البدایہ والنہایہ“ میں یہ بھی ہے کہ

ولبت عبید اللہ بن زیاد وعمر

بن سعد لقا لہم

(ص ۱۶۱)

عبید اللہ بن زیاد نے عمر بن سعد حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے رفقاء سے جنگ کرنے کے لئے بھیجا

اور یہ بھی کہ

وابطاعمر عن قتالہ فارسل ابن زیاد دشمن بن ذی الجوشن و  
قال لہ ان تقدم عمر فقاتل والا قاتله وكن مكانه فقد وليتک  
الاميرة - (ج ۸ ص ۲۰)

عمر (ابن سعد) نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قتال میں تاخیر سے کام لیا تو ابن زیاد نے دشمن بن ذی الجوشن کو یہ کہہ کر بھیجا کہ اگر عمر قتال میں پیش قدمی کہے تو تو بھی جنگ میں شریک ہو جائیو اور نہ

عمر (ابن سعد) کو قتل کر کے اس کی جگہ خود سنبھال لیں، میں تجھ کو امیر لشکر کرتا ہوں۔ اس فوج کی تعداد جو عمر بن سعد کی گمان میں تھی ”البدایہ والنہایہ“ ہی میں یہ بتائی ہے کہ

وكانوا اربعة آلاف يريدون قتال الديلم، فعينهم ابن زياد وصرفهم الى قتال الحسين -

چار ہزار سپاہی تھے جو دہلیم سے جنگ کرنے کے ارادہ سے چلے تھے ان کو ابن زیاد نے قتال دہلیم سے روک کر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قتال کے لیے متعین کیا۔

(ص ۱۹)

عمر بن سعد کو تعین حکم سے کب انکار تھا بھیجے ہی ابن زیاد کا حکم اس کو پہنچا، فوثب الى فرسه فركبها ثم دعا بسلاحه فلبسه وانتهى لمل فرسه ونهض بالناس اليهم فقاتلوه فجئى برأس الحسين الى ابن زياد فوضع بين يديه فجعل يقول بقضيته في انفه و

عمر بن سعد جھپٹ کر اپنے گھوڑے پر سوار ہوا پھر سواری ہی کی حالت میں اپنے ہتھیار منگوا کر ان کو اپنے بدن پر سجایا اور فوج لے کر سیدھا ان حضرات سے مقابلہ کے لیے چل پڑا، فوج نے جاتے ہی کشت و خون شروع کر دیا، چنانچہ

یقول ان ابا عبد اللہ کان قد شتمہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر

بارک کاٹ کر ابن زیاد کے سامنے ڈال دیا گیا اور ابن زیاد اپنی پٹھری ایک ناک پر دھکتا اور کہتا کہ ابو عبد اللہ کے بال تو اب پک چکے ہیں۔

(ج ۸ ص ۱۷۱)

شمر اپنی غیبت سے فوج کے سپاہیوں کو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل پر اس وقت بھی ابھار رہا تھا، جب کہ آپ کے تمام رفقاء یکے بعد دیگرے جام شہادت نوش کر کے راہی جنت ہو چکے تھے اور آپ یکہ و تنہا میدان قتال میں ثابت قدم تھے اور کیوں نہ ہو حضرت محمد راج نے تو اس کو دیکھتے ہی فرما دیا تھا۔

صدق اللہ ورسولہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کانی انظر الی حطب البقع یبلغ فی دماہ اہل بیتی

اللہ سچا، اس کا رسول سچا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا گویا میں دیکھ رہا ہوں اس چنگبر سے کتنے کو جو میرے اہل بیت کے خون میں نہ ڈالے گا

(الہدایہ والہایہ ج ۸ صفحہ ۱۷۱)

اس روایت کے آخر میں انہی کی یہ بھی تصریح ہے۔

وکان شمر قبضہ اللہ ابنہ شمر اللہ اس کا بڑا کرے ہر ص میں مبتلا تھا

(ج ۱۸۹ ص ۱۷۱)

”گو“ داستان گو“ اسی کتے کو خراج عقیدت پیش کر رہے ہیں، قاتلوں کو محافظ بنا رہے ہیں۔ کہتے ہیں۔

”عمر بن سعد، شمر ذی الجوشن، غاندی بن علی کو کوفیوں کے حملہ سے بچانے کے لیے دوڑ کر پہنچے“

(ص ۱۰)

”عمر بن سعد اور شمر نے غاندی بن علی کی لاشوں کو اکٹھا کیا ان کی نساہ

جنازہ ادا کی اور ان کو نہایت احترام کے ساتھ دفن کر دیا، کوفیوں کی لاشوں کو وہیں پڑا رہنے دیا بلکہ دستہ کے بعض سواروں نے انہیں پاپال بھی کیا تاکہ عبرت کا سامان بن جائیں“ (ص ۱۰)

مالانکہ ”البدایہ والنہایہ“ میں اس کے برعکس مرقوم ہے۔

وقتل من اصحاب الحسین اثنان حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے اصحاب  
وسبعون نفساً فدفنواہل میں سے بہتر نفوس شہید ہوئے جن کو  
الغاصریۃ من بنی اسد لحدھا غاصریہ کے رہنے والے قبیلہ بنی اسد کے  
قتلوا بیوم واحد لوگوں نے قتل کے دوسرے دن دفن کیا  
(۱۸۹/۸-۶)

”غاصریہ“ کوفہ کے نواح میں ”کربلا“ کے قریب ایک قریہ کا نام ہے جو قبیلہ بنو اسد کا ممکن تھا، ہاں عمر بن سعد نے اپنی فوج کے مقتولین پر جو شہداء کربلا کے ہاتھوں مارے گئے تھے بے شک نماز جنازہ ادا کی تھی اور انہیں کی لاشوں کو اس نے دفن بھی کیا تھا۔ ”البدایہ والنہایہ“ میں ہے

وقتل من اهل الكوفة من اصحاب اور عمر بن سعد کے ساتھی اہل کوفہ میں سے  
عمر بن سعد ثمانیۃ وثمانین اٹھاسی اثنان وثمانین مقتول ہوئے، انہیں  
رجلاً سوی الجرحی فصلی علیہم کی تعداد ان کے علاوہ ہے، عمر بن سعد  
عمر بن سعد ودفنہم، و لے ان مقتولین کی نماز جنازہ ادا کر کے  
یقال ان عمر بن سعد امر ان کو دفن کیا اور بیان کیا جاتا ہے کہ  
عشرۃ فرسان فدا سوا الحسین عمر بن سعد نے معرکہ کے دن اس سواروں  
بحوا فرخیو لہم حتی المصقوہ کو حکم دیا جنہوں نے اپنی گھوڑوں کے  
بالا درض یوم المعرکہ فامر سموں سے حضرت حسینؓ فی اللہ تعالیٰ عز

برأسه ان يحمل من يوفيه الى  
ابن زياد مع خولي ابن يزيد  
الا صبحي -  
کے لاشہ کو پامالی کر کے پیوند زمین کر  
دیا اور آپ کے سر مبارک کے متعلق  
آرڈر دیا کہ اسی دن اس کو اٹھا کر خولی  
بن یزید اصبحی کے ساتھ ابن زیاد کو بھجوا  
دیا جائے۔ (ج - ۸ ص ۱۸۹)

صرف حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک بلکہ تمام شہداء و کربلا کے  
سر کاٹ کر جہنم میں یہ ساٹھ حضرات بھی شامل تھے خولی کے ساتھ ابن زیاد کے پاس  
روانہ کر دیے گئے تھے، حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر مبارک جب  
عبید اللہ بن زیاد کے پاس پہنچا تو اس نے شہر میں منادی کرا کر لوگوں کو جمع کیا  
اور پھر ان کے سامنے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے سلسلہ میں اپنی  
فتح و کامرانی کی تقریر بھی کی۔ اس تقریر میں حضرت ممدوح پر طعن و طنز بھی تھا جس  
پر عبداللہ بن عقیف اردوی نے برا فروختہ ہو کر ابن زیاد کو ان الفاظ میں ٹوکا۔

وبحک يا ابن زياد القتلون اولاد  
الطيبين وتكلمون بكلام  
الصلديقين  
ابن زیاد تجھ پر افسوس اتم لوگ اخیار  
کی اولاد کو قتل کر کے صدیقیوں کی سی باتیں  
کرتے ہو۔

اس کلمہ حق کو سننے کی بجائے ابن زیاد میں تاب کہاں تھی فوراً حکم دیا کہ اس  
گستاخی کی پاداش میں اس غریب کو قتل کر کے سولی پر لٹکا دیا جائے۔ زان بعد  
”سر حسین“ کا کوفہ کے تمام گلی گلوں میں گشت کرایا گیا پھر زحر بن قیس کی معیت  
میں تمام شہداء و کربلا کے مبارک سروں کو یزید بن معاویہ کے پاس تمام رونا کر  
دیا، دربار یزید میں پہنچ کر زحر بن قیس نے اپنے سیاہ کارنامہ کو جن الفاظ میں  
پیش کیا، وہ یہ ہیں۔



ابشر یا امیر المؤمنین بفتح الله علیہ  
ونصرہ، ورد علینا الحسین بن علی  
بن ابی طالب وثمانیۃ عشر من  
اہل بیتہ وستون رجلاً من شیعۃ  
فسرنا الیہم فسالنا ہم ان یتسلوا  
وینزلوا علی حکم الامیر عبید اللہ  
بن زیاد والقتال، فاختاروا القتال  
فقدونا الیہم مع شروق الشمس  
فاخطا بہم من کل ناحیۃ حتی  
اخذ السیوف ماخذاً من ہام  
القوم، فحملوا الیہم بون الی غیر  
مہرب ولا وذر، ویلوزون منا  
بالا کام والحق لوداً کما لا ذ  
الہمام من حقیر، فواللہ ما خافوا  
الا جرد جزوراً ولومۃ قابل حتی  
اتینا علی آخرہم فہاتیک  
اجارہم مجردۃ و  
شیاعہم مزملۃ وحدودہم  
مغفرۃ، تمہرہم الشمس  
وتسفی علیہم الریح و  
انزلہم العقبان والرخو

امیر المؤمنین آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف فتح و نصرت  
کی بشارت ہو حسین بن علی بن ابی طالب اور ان  
کے اہل بیت کے اٹھارہ افراد اور ان کے شیعیان  
میں ساٹھ اشخاص، ہمارے یہاں وارد ہوئے  
تو ہم بھی ان کی طرف چل پڑے اور ہم نے ان سے  
یہ مطالبہ کیا کہ امیر عبید اللہ بن زیاد کے آگے  
سر تسلیم خم کر دیں اور اس کے حکم پر اپنے آپ کو  
ہمارے حوالہ کر دیں یا پھر جنگ کے لیے تیار ہو  
جائیں، انہوں نے جنگ ہی کو پسند کیا، تو ہم  
نے صبح سویرے جیسے ہی آفتاب چمکا ان لوگوں  
کو جالیا اور ہر طرف سے ان کو گھیر لیا، آخر جب  
تو اردوں نے ان کی کھوپڑیوں کی صحیح صحیح گرفت  
شروع کی، تو یہ ادھر بھاگنے لگے جہدہ بھاگنے  
کی ان کے لیے نہ کوئی جگہ تھی نہ جاسے پناہ اور  
جہدہ شکرہ سے کبوتر پناہ ڈھونڈ رہا ہے  
یہ بھی ٹیلوں اور گڑھوں میں کبوتر پناہ ڈھونڈھنے  
لگے، سو خدا کی قسم بس جہنم میں اونٹ کاٹ  
کر رکھ دیا جاتا ہے یا قیلولہ کرے والا اپنی  
غینہ پوری کر لیتا ہے اتنی دیر میں ہم نے ان  
کے آخری فرد تک کا کام تمام کر دیا سب اب  
ان کے لاشے برہنہ پڑے ہیں اور ان کے



کڑے پلٹے باپکے ہیں ان کے رخسار خاک  
میں لٹکے ہوئے ہیں دھوپ انی کو ملا رہی  
ہے اور ہوا ان پر خاک اڑاتی ہے عقاب

(البداية والنہایہ ص ۱۹۱)

زحر بن قیس نے بھی اگرچہ یزید کے سامنے اپنی بہادری کی ڈینگیں مارتے ہوئے  
ان حضرات کی ہجو میں کچھ کم جھوٹ نہیں لگا ہے، تاہم ”مجلس حضرت عثمان غنی“  
کے داستان گو کے علی الرغم اس نے صاف اقرار کیا ہے کہ وہ ساٹھ کوئی حضرات  
جو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت میں تھے، انہوں نے حضرت مصدوم  
کی نصرت ہی میں اپنی جانیں نثار کی تھیں اور خود کوٹہ کے گورنر عبید اللہ بن زیاد کا  
اس بارے میں اعتراف موجود ہے یزید نے اپنی خلافت کے آخری زمانہ میں جب  
حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گرفتار کرنے کی غرض سے مکہ معظمہ پر چڑھائی،  
ارادہ کیا، تو اس ہم کی سرکردگی کے لیے بھی اس کی نظر انتخاب سب سے پہلے ابن  
زیاد ہی پر پڑی تھی، چنانچہ جب اس خدمت کی انجام دہی کے لیے یزید نے اس کو  
لکھ کر بھیجا، تو ابن زیاد کی زبان سے بے اختیار یہ نکل گیا کہ

واللہ لا اجمعہما للفساق ابدا خدا کی قسم میں اس فاسق کی خاطر کبھی بھی دونوں  
اقل بن ہمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گناہ اپنے نامہ اعمال میں جمع نہیں کر سکتا روا  
علیہ وسلم والحزو البيت الحرام اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے کو تو قتل  
کر دیا، اب بیت الحرام پر چڑھائی کر دی (البداية والنہایہ ص ۲۱۹)

یاد رکھئے ”داستان گو“ صاحب نے جن شہدار کرام کے بارے میں یہ ہرزہ سرائی  
کی ہے، یہ وہی شہدار کرام ہیں جن کے بارے میں وارد ہے کہ ”وہ جنت میں بے  
حساب داخل ہوں گے“ چنانچہ حافظ ابن کثیر البدایہ والنہایہ میں لکھتے ہیں:

وقدری محمد بن سعد و غیرہ من غیر وجه من علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ ہو بکربلاء عند اشجار الحنظل و هو ذاهب الی صفین، فسأل عن اسمها قتیل کربلاء فقال عرب و بلاء فنزل و صلی عند شجرة هناك ثم قال یقتل ههنا شهداء هم خیر الشهداء غیر الصحابة یدخلون الجنة بغير حساب و اشار الی مکان هناك فعلموه بشئ فقتل فیہ الحسین

حافظ محمد بن سعد و غیرہ نے متعدد اسانید سے روایت کیا ہے کہ جب آپ "صفین" کی طرف جا رہے تھے تو مقام کربلا میں حنظل (اندراٹن) کے درختوں کے پاس سے گزرے آپ نے اس مقام کا نام دریافت کیا تو بتایا گیا کہ بلاء ہے فرمایا کرب و بلاء ہے، پھر سواری سے اتر کر آپ نے وہاں ایک درخت کے پاس نماز پڑھی پھر ارشاد فرمایا کہ "یہاں وہ شہداء قتل کیے جائیں گے جو صحابہ کے علاوہ بہترین شہداء ہوں گے اور بلا حساب جنت میں جائیں گے اور یہ (فرماتے ہوئے) آپ نے ایک جگہ کی طرف اشارہ کیا لوگوں نے وہاں کچھ انسانی بھی لگا دی، چنانچہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اسی جگہ پر قتل ہوئے

(ج ۸ ص ۱۹۹، ۲۰۰)

**ظلم کا انجام** یزید نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسل کو ختم کرنا چاہا تھا، مگر حق تعالیٰ کو کچھ اور ہی منظور تھا کچھ ہی عرصہ کے بعد حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسل تو پیار و نامک عالم میں پھیل گئی اور آج جنی سادات اقلیم اسلامی کے گوشہ گوشہ میں موجود ہیں، لیکن یزید کی نسل اسی زمانہ سے ایسی نابود ہونا شروع ہوئی کہ پردہ دنیا سے اس کا وجود ہی اٹھ گیا، حافظ ابن کثیر نے "البدایہ والنہایہ" میں یزید بن معاویہ کی جس صلی اولاد کو نام نہام گنا کر جن میں

پندرہ لڑکے اور پانچ لڑکیاں تھیں، تصریح کی ہے۔  
 وقد انقضوا كافة فلم يبق لي يزيد سب ایسے ختم ہوئے کہ یزید کی نسل میں سے  
 عقب (ج ۸ ص ۲۳۷) کوئی ایک بھی تو باقی نہ بچا۔  
 اور حافظ ابن کثیر ہی کے الفاظ ہیں۔

فانه لم يعهل بعد وقعة مو بلا شبه واقعه حرہ اور قتل حسین کے بعد یزید  
 الحرہ و قتل الحسين الا کو ذہیل نہ دی گئی مگر ذرا سی تا آنکہ حق تعالیٰ  
 يسيراً حتى قصمه الله الذي نے اس کو ہلاک کر دیا جو اس سے پہلے اور  
 قصم الجباة قبله و اس کے بعد بھی ظالموں کو ہلاک کرتا رہا ہے  
 بعده ، انه كان عليها بے شک وہ بڑا علم رکھتا ہے اور بڑی قدرت  
 قدراً۔ والا ہے۔

اور ۷۴ کے واقعات کے ذیل میں مسلم بن عقبہ کی موت کے سلسلہ میں  
 کہتے ہیں۔

ثم مات قحطه الله ثم پھر مسلم بن عقبہ، اللہ تعالیٰ اس کا برا کرے  
 اسمه الله بيزيد بن مر گیا اور یزید بن معاویہ کو بھی اللہ تعالیٰ نے  
 معاوية فمات بعده اس کے پیچھے چلا گیا اور وہ بھی اس کے بعد  
 في ربيع الاول لاربعة عشرة ۱۴۔ ربیع الاول کو مر گیا اور ان دونوں کو جو  
 ليلة خلت منه فما امیدیں اور تو قعات تھیں اللہ تعالیٰ نے  
 منهما الله بشئ مما ان میں سے کوئی بھی پوری نہ کی بلکہ اس ذات  
 رجوه واملوه بل قهرهم قاہرہ نے جو اپنے سب بندوں پر غالب  
 القاهر فوق عباده و ہے ان پر اپنا قہر نازل فرمایا اور انکی بادشاہی  
 سلبهم الملک و نزعہ سلب کر لی اور ان کی سلطنت اس نے

منہم من ينزع الملك چھین لی جو جس سے پاہتا ہے اسکی سلطنت  
من یشاء۔ چھین لیتا ہے۔

اور پھر واقعہ قرہ کے مظالم کو بیان کرتے ہوئے آخر میں ان کے قلم سے یہ الفاظ نکلتے  
ہیں۔

وقد اخطأ يزيد خطأ فاحشا في قوله لسلم بن عقبة  
ان يبيع المدينة ثلاثة ايام، وهذا خطأ كبير فاحش، مع  
ما انضروا الى ذاك من قتل خلق من الصحابة وابناءهم  
وقد تقدم انه قتل الحسين واصحابه على يدى عبيد الله  
ابن زياد. وقد وقع في هذه الثلاثة ايام  
من المفسد العظيمة في المدينة النبوية مالا  
يحعد ولا يوصف، مما لا يعاصه الا الله عز وجل  
وقد اراد بارسال مسلم بن عقبة  
توحيد سلطانه وصليبه، ودوام ايامه

اور بے شک یزید نے مسلم بن عقبہ کو یہ حکم دے کر  
کہ "تو قین دن تک مدینہ منورہ کو تباہ و تاراج  
کیجو،" فحش غلطی کی۔ یہ نہایت بڑی اور فاحش  
خطا ہے اور اس خطا کے ساتھ صحابہ کرام  
اور اولاد صحابہ کی ایک خلقت کا قتل اور  
قتل ہو گیا اور سابق میں گزر چکا کہ عید اللہ  
بن زیاد کے ہاتھوں حضرت حسین رضی اللہ  
عنه اور ان کے اصحاب کو شہید کر دیا گیا  
اور ان تین دنوں میں مدینہ نبویہ میں وہ عظیم  
مفسد برپا ہوئے کہ جو حد و شمار سے باہر  
ہیں اور جن کا بیان کرنا بھی ممکن نہیں۔ بس  
اللہ تعالیٰ کے علاوہ ان کا پورا علم کسی  
کو نہیں۔

یزید نے تو مسلم بن عقبہ کو بھیج کر اپنی بادشاہی  
اور سلطنت کو مضبوط کرنا چاہا تھا اور اس  
کا خیال تھا کہ اب بلا نزاع کے اس کے ایام  
سلطنت کو دوام نصیب ہوگا مگر اللہ تعالیٰ

من غیر منازع ، فما قبہ  
 اللہ بقیض قصہ  
 و حال بینہ و بین  
 ما یشہیہ ققصہ اللہ  
 قاصم الجبابرة و اخذہ اخذ  
 عزیز مقتدر وَ عَذْلُكَ اخْذُ  
 رَبِّكَ اِذَا اخْذَ الْقُرَى  
 وَ هُوَ ظَالِمٌ اِنْ اخْذَ  
 اَلْبَنۡیَ شَدِیْدٌ۔

نہ اس کی مراد کوالٹ کر اسے سزا دی  
 اس کی ذات عالی یزید کے اور اسکی خواہش  
 کے درمیان عامل ہو گئی کہ اس کی تمنا پوری  
 نہ ہو سکی، چنانچہ اللہ عزوجل نے جو ظالموں  
 کی کمر توڑ کر رکھ دیتا ہے اس کی کمر بھی توڑ ڈالی  
 اور اسی طرح اس کو دھر پکڑا جس طرح کہ  
 ہر چیز پر غالب اور اقتدار والا پکڑا کرتا ہے  
 ”اور ایسی ہی ہے پکڑ تیرے رب کی جب  
 پکڑتا ہے سلیقوں کو اور وہ ظلم کرتے ہیں ،  
 بے شک اس کی پکڑ دردناک ہے شدت کی“

(البدایہ والنہایہ ج - ۸ ص ۲۲۶)

دیدي کہ خون ناحق پروانہ شمع را  
 امویوں کا زوال یزید سے عبرت پکڑنا

چند امان نداد کہ شب را سحر کند  
 خلیفہ عبد الملک اموی نے یزید  
 کے زوال اقتدار سے عبرت پکڑ

کہہ ہی اپنے گورنر حجاج بن یوسف کو لکھا تھا کہ  
 جنینی و ماء آل بنی ابی طالب فانی  
 دایت آل حرب لعا تہجموا  
 بھالہ یصروا

مجھے آل بنی ابوطالب کی خونریزی سے بچاتے  
 رہنا کیونکہ میں آل حربہ کا انجام دیکھ چکا  
 ہوں کہ یہ جب ان کی خونریزی پر پل پڑے تو  
 بے یار و مددگار ہو کر رہ گئے۔

(تاریخ یعقوبی ص ۲۰۳ طبع بیروت ۱۳۶۹ھ)

لے قرآن پاک کی آیت ہے۔  
 لے ”حرب“ یزید کے پروانہ کا نام ہے اور یہاں ”آل حرب“ سے خود یزید مراد ہے۔  
 لے لیتہ تو بی اگر چہ شیعہ ہے مگر ہم نے یہاں اس کا حوالہ قصداً دیا ہے تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ خود ان  
 بقیہ ص ۵۳

افسوس یہ نابصی حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان ہی سے نادانوں نے  
حافظ ابن کثیر نے اس دور کا بالکل صحیح نقشہ کھینچا ہے کہ

الناس انما ميلهم الى الحسين سب لوكون كميلان حضرت حسين رضي الله تعالى  
لانه السيد الكبير و ابن بنت عنه ہی کی طرف تھا کیونکہ وہی سید کبیر اور سبط  
رسول الله صلى الله عليه وسلم پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور اس وقت  
فليس على وجد الارض يومئذ احدٌ روئے زمین پر کوئی شخص ایسا نہ تھا کہ جو فضل  
يساميه ولا يساويه ولكن الدولة وکالات میں، آپ کا مقابلہ برابر ہی کر سکے  
البريدبة كانت كلها تناوئه۔ لیکن یزیدی حکومت ساری کی ساری آپ  
(البدایہ والنہایہ ج - ۸ ص ۱۵۱) کی دشمنی پر اتر آئی تھی۔

یہ ہے اختصار کے ساتھ صورت واقعہ کا اصل نقشہ جو حافظ ابن کثیر کی مشہور عربی تاریخ  
”البدایہ والنہایہ“ سے اپنی کے الفاظ میں آپ کے سامنے پیش کیا گیا، لیکن ”داستان گو“  
صاحب کو ان تمام حقائق سے انکار ہے، وہ اپنی من گھڑت ہی دہرائے جاتے ہیں اور ان  
کو تاریخ ابن کثیر کا صرف وہی ایک فقرہ یاد ہے جو انھوں نے مسلمانوں کو مغالطہ دینے  
کے لیے نقل کیا ہے، اللہ تعالیٰ جھوٹ بولنے سے بچائے۔

داستان گو کا حضرت ابن زبیر پر افتراء (۵) ”داستان گو“ صاحب آگے

(ابقہ صفحہ گذشتہ) بنو ہاشم کی خونریزی سے بچتے تھے ورنہ اس امر کا ذکر ابن تیمیہ کی مہاج النہ  
میں بھی ختم ہو جاتا ہے اور اسی لیے بنی امیہ کی شاخ بنی مروان سے بنی ہاشم کی قرابتیں بھی جاری  
رہیں اور ان میں باہمی رشتہ مناکحت بھی ہوتا رہا ہے۔ ورنہ خاندان یزید اور خاندان حسین  
میں واقعہ کربلا کے بعد عزابت کا کوئی سلسلہ قائم نہ ہوا، جیسا کہ محمود احمد عباسی نے  
خلافت معاویہ و یزید میں مغالطہ دینے کی کوشش کی ہے۔

چل کر اصل حقیقت کے زیر عنوان پھر اسی بات کو نئے سرے سے دہرا کر اب فری کی اس طرح کوشش کرتے ہیں۔

”حضرت حسینؑ کا قتل ان کو فیوں نے کیا جو آپ کو مکہ سے لے کر آئے تھے، اس کا ثبوت طبری کی اس روایت سے مل جاتا ہے جس میں اس عادتہ کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی تقریر کا ذکر ہے طبری ص ۱۱۱۱ء کی روایت کے مطابق حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے قتل حسین کے سانحہ کی اطلاع پا کر اہل مکہ کے سامنے یہ تقریر کی تھی۔

”اہل عراق میں اکثر مدگرد اور غدار ہیں ان میں اہل کوفہ خنزیر ہیں، حسینؑ کا انہوں نے اس لیے بلا کر ان کی مدد کریں گے، جب وہ ان کے پاس چلے گئے تو ان سے دشمنی کھڑے ہو گئے، واللہ حسینؑ یہ بات نہیں سمجھے کہ اس انبؤہ کثیر ہیں ان کے نقص سامتی بہت تھوڑے ہیں۔“

ان کے لفظی اہل خاندان نے بھی ان کے قتل کا الزام کو فیوں پر ہی عائد کیا عبداللہ بن زبیرؓ نے بھی کو فیوں کی غداری کو ہی قتل کا موجب بتایا اور اس وقت کی پوری سلاسل و پہاڑ اس حقیقت کو تسلیم کر لیا تھا، چنانچہ جن لوگوں اور گروہوں نے اس زمانہ میں کسی دھبہ سے ملامت کے خلاف بغاوت کی وہ ان میں سے کسی نے خلیفہ یا اس کے عمال پر حضرت حسینؑ کے قتل کی ذمہ داری عائد نہیں کی؟

(داستان کربلا، ص ۲۵۴)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جو تقریر داستان گو صاحب نے نقل کی ہے غور فرمائیے! اس میں کہاں یہ ذکر ہے کہ ”آپ کو انہی ساٹھ کو فیوں نے شہید کیا ہے جو آپ کے ہمراہ مکہ منظم سے گئے تھے“ کیا ان ساٹھ افراد کے علاوہ کوفہ میں اور کوئی منتقل نہیں ہوا تھا؟ کیا کوفہ کی آبادی بس ان ہی ساٹھ نفوس پر مشتمل

تھی؟ کیا یزیدی لشکر جس کی نفری چار ہزار تھی اور جو عمر بن سعد کی سرکردگی میں ابی زیاد کے حکم سے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لڑنے آیا تھا کوفہ سے نہیں آیا تھا؟ کیا اس فوج کے افراد کوفہ کے رہنے والے نہ تھے؟ کیا شمر کوئی نہ تھا؟ کیا عمر بن سعد کوفہ سے نہیں آیا تھا؟ کیا حبیب اللہ بھی زیاد اس وقت کوفہ کا گورنر نہ تھا؟

یہی کوئی تو تھے جو ابن زیاد کی ترغیب و تحریص پر عمر بن سعد کے

زیر کان حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لڑنے کے لئے آئے

یہی ان بہتر نفوس کے قاتل ہیں جن میں حضرت حسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ان کے

اہل بیت اور وہ ساٹھ کوئی سائل ہیں جو حضرت ممدوح کے ساتھ میدانِ کربلا میں

شہید ہوئے "داستانِ کو" صاحب حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ

کے اہل بیت کرام کے خون کا الزام غلیظ یزید، اس کے براحوال قتال اور یزیدی دستہ

فوج کی بجائے جو تمام ترکو فیوں پر مشتمل تھی اور جس کو ابن زیاد نے زور و زبر سے رام

کر کے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جنگ کرنے کے لیے بھیجا تھا، ان کوئی

شہیدان کربلا پر ڈالنا چاہتے ہیں جنہوں نے بڑی بہادری کے ساتھ برضا و رغبت

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اپنی جانیں قربان کیں، ظاہر ہے جو شخص جھوٹ

بولنے سے ذرا نہ شرماتا ہو، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر بہت جوڑنے

میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مہتمم کرے، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ

عنہ کی شہادت کو بھی سازش کا نتیجہ قرار دے کر اس میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور

افراد بنی ہاشم کو ملوث کرے، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بلوائیوں کو کہانے

اور ان کی قیادت کرنے کا الزام حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر عائد کرے



اور حضرت ذی النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے سلسلہ میں بقیہ حضرات عشرہ مبشرہ حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور ان حضرات کے ماجزاگان حضرات حبیب، حضرت محمد بن طلحہ، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ذمہ وار ٹھہرائے اس سے اس کے سوا اور کیا امید کی جاسکتی ہے کہ وہ خود ”شہداء کربلا“ کو حضرت حبیب اور ان کے اہل بیت کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا قاتل بتلائے ایسا شخص جتنا بھی جھوٹ بولے کم ہے! انوس ان سادہ لوح حضرات پر ہے جو اس مجلس کے جلسوں کی صدارت کرتے ہیں، اس کے کتا پھول پر تقریظیں لکھتے ہیں، ان کی مالی امداد کے اس کے ان کتا پھول کو جو جھوٹ کی پوٹ میں چھپواتے ہیں اور پھر ان کو خرید کر بانٹتے اور تقسیم کرتے ہیں۔

فان كنت لا تدري فتلك مصيبة وان كنت تدري فالمصيبة اعظم  
 اگر تم جانتے نہیں تو یہ مصیبت ہے اور جو جانتے ہوئے (ایسا کرتے ہو) تو پھر بہت  
 ہی بڑی مصیبت ہے۔

”داستان گو“ صاحب کو اتنا بھی یاد نہ رہا کہ میں پہلے یہ لکھ آیا ہوں کہ  
 ”بہر حال عمر بن سعد اور شمر نے خاندان علی کی نشوونما کو اکٹھا کیا، ان کی  
 ناز و جوارہ ادا کی اور ان کو نہایت احترام کے ساتھ دفن کر دیا۔۔۔  
 خاندان علی کے بچے کچھ افراد و خواتین کو کوفہ لاکر آرام سے رکھا، جو لوگ زنجی  
 ہو گئے تھے ان کا علاج کیا۔

کوفہ میں بعض شیعیان علی نے خفیہ طور سے ان حضرات سے ملاقات  
 کی اپنی ہمدردیاں جتائیں، انھیں شام جانے سے روکنا چاہا اور مشورہ دیا

”داستان گو“ کی اس افتراء پر دوازی کی تفصیل معلوم کرنا ہو تو رسالہ اکابر صحابہ پر بہتان  
 ملاحظہ فرمائیے۔

کو مکہ چلے جائیں، لیکن حضرت حسین کے صاحبزادے زین العابدین نے  
چینی زخمی کر کے کوئی سمجھتے تھے کہ مر چکے ہیں مگر خوش قسمتی سے زندہ بچ  
گئے تھے اور اب کوفہ میں ابن زیاد، عمر بن سعد اور ثمر ذی الجوشن کی سر  
پرستی و دیکھ بھال میں علاج کرا رہے تھے۔ فرمایا

”میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں، کیا تم نہیں جانتے کہ تم نے  
ہی میرے پدر بزرگوار کو خطوط کھچ کر اور فریب دے کر ہلایا  
اور ان سے جنگ کر کے انھیں مار دیا، اے خدا رو! اے  
مکار و ایں ہرگز تبار سے فریب میں نہیں آؤں گا، ہرگز تبار سے  
قتل و قہر پر اعتبار نہیں کروں گا، میرے باپ اور میرے  
اہل خانہ ابھی کلی تمہارے کمر سے قتل ہوئے ہیں میں سے نہیں  
بھول سکتا ہوں۔“ (شیعہ کتاب، جلد ۱، المیون باب ۱۵۱ فصل ۱۵)  
نہ ہی جواب سیدہ زینب نے دیا، آپ نے یہاں تک کہا  
کہ تم ہمارے پاس گریہ و ماتم کرتے ہوئے آئے ہو حالانکہ تم نے  
یہی نہیں قتل کرایا ہے، جاؤ یہ مار کا دھبہ اب رونے سے  
زائل نہیں ہو سکتا۔ (شیعہ کتاب، جلد ۱، المیون باب ۱۵۱ فصل ۱۵)

”فاطمہ بنت حسین نے بھی یہی زہر و تویخ کی“ (داستان کربلا ص ۶۱، ۱۲۴)

”داستان گو“ صاحب اپنی بنائی ہوئی داستان پر غور کر کے ذرا یہ بتائیں کہ حضرت  
زین العابدین، حضرت زینب اور حضرت فاطمہ بنت حسین رحمہم اللہ تعالیٰ کے پاس کوفہ میں  
جو بعض شیعیان علیٰ خفیہ طور سے ملاقات کے لیے آئے، اپنی ہمدردیاں جنائیں اور  
انھیں شام جانے سے روکنا چاہا اور مشورہ دیا کہ کہ چلے جائیں، اور جن کے غلط مشورے  
اور ہمدردیاں جتانے سے ان تینوں حضرات نے برہم ہو کر ان سے یہ گفتگو کی جو داستان گو

صاحب نے "بلار الیون" کے حوالہ سے نقل کی ہے، کیا یہ وہی مرد ہے تھے جو دوبارہ زندہ ہو کر ان حضرات کے پاس آ گئے تھے جن کو بقول ان کیے ابھی کل شام غیر گھیر کر ادر پکڑ کر عمر بن سعد اور شمر ذی الجوشن اور ان کے لشکریوں نے قتل کر ڈالا تھا اور ان کے دستہ کے بعض سواروں نے ان کی شعلوں کو ہمال بھی کیا تھا، تاکہ جہت کا سامان بن جائیں، یعنی وہی ساتھ کو فی "شہداء کربلا" (رحمہم اللہ تعالیٰ) کہ جن کو قاتل ان کے صاحب حضرت حسین اور ان کے اہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا قاتل بتاتے ہیں یا یہ وہ لوگ تھے جو عید اللہ بن زیاد کے دباؤ میں اگر عمر بن سعد کی کالی میں اور شمر کی حیت میں حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے ہاتھاروں سے لڑنے آئے تھے اور جو واقعی حضرات "شہداء کربلا" کے اصل قاتل تھے اور اس لیے، بجا طور پر زجر و توبیخ کے مستحق اور لعن طعن کے قابل تھے، اس لیے ان کو جنتی بھی سرزنش کی جاتی کہ تھی۔

اب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اس تقریر کے اصل الفاظ بھی پڑھ لیجئے جس کو احمد حسین کمال نے مؤرخ طبری کے حوالہ سے نقل کیا ہے اور اس پر غور کیجئے کہ یہ صاحب زبیر داستان کے لیے صورت واقعہ کو مسخ کرنے میں کیا کمال دکھاتے ہیں تاریخ طبری کی عبارت درج ذیل ہے

لما قتل الحسين عليه السلام جب حضرت حسین علیہ السلام قتل کر دیے گئے  
قام ابن الزبير في اهل مكة تو حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اہل  
وعظم مقتله وعاب اهل مكة کے سامنے کھڑے ہو کر تقریر کی اور ان کے  
انكوفة خاصة ولام اهل العراق قتل کو بہت بڑا سانحہ قرار دیا، اہل کوفہ کا خصوصیت  
عامۃ، فقال بعد ان حمد الله و کے ساتھ عیب بتایا اور عمومی طور پر اہل عراق  
اشنى عليه وصلى على محمد صلى کو عمت کی، انھوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد  
الله عليه وسلم ان اهل العراق و شاکر نے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر فزود

فَعَزَّ فَعَزَّ الْاَقِيلَا وَان اهل  
 الكوفة شرار اهل المراق وانهم  
 دموا حسينا بينصروه و يوثوه  
 عليهم ، فلما قدم عليه ثاروا  
 اليه ، فقالوا له اما ان تضرب يدك  
 في ايدينا فنميت بك الى ابن زياد  
 بن سمية سلماً فيمضي فيك  
 حكمه واما ان تعادب ، فرائي  
 والله انه عروا عصابة فيلق  
 في كثير ، وان كان الله عزوجل  
 لم يطع على الفيب احداً انه  
 فقتول ، ولكنه اختار الميتة  
 الكريمة على الحياة الذميمة  
 فرحم الله حسينا و انخزي ،  
 قاتل الحسين ، لمصرى لقد كان  
 من خلا فهم اياه و  
 غصبا منهم ما كان في  
 مثلهم واعظ و ناه عنهم  
 و ليعنه حاحم نازل  
 و اذا امر الله امراً ان  
 يدفع ابعد الحسين

بھیجنے کے بعد فرمایا کہ اہل عراق میں قلیل تعداد کو  
 مستثنیٰ کر کے اکثر خدا راورد بدکار ہیں اور کو فو لہ  
 تو اہل عراق کے بدترین لوگ ہیں ، انھوں نے  
 حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس لیے پایا  
 تھا کہ ان کی مدد کریں گے اور انی کو اپنا ولی بنائیں  
 گے ، پھر جب وہ ان کے پاس پہنچ گئے تو ان  
 کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور ان سے مطالبہ  
 کرنے لگے کہ یا تو آپ اپنا ہاتھ ہمارے ہاتھ میں  
 پکڑائیں تاکہ ہم آپ کو گرفتار کر کے بھرتہ بن  
 زیاد ہی سیمہ کے پاس پہنچا دیں اور وہ اپنا حکم  
 آپ پر چلائے ورنہ آپ جگ کے لیے تیار  
 رہیں ، سو بخدا حسین نے یہ دیکھتے ہوئے کہ ان  
 کی کثیر تعداد کے مقابل میں آپ کی اور آپ کے  
 اصحاب کی تعداد قلیل ہے اور اگر اللہ عزوجل  
 نے کسی کو غیب کی خبر نہ دی کہ وہ ضرور قتل ہو کر  
 رہے گا ، تاہم آپ نے عزت کی موت کو ذات  
 کی زندگی پر ترجیح دی ، اللہ تعالیٰ حسین پر جنت  
 نازل فرمائے اور ان کے قاتل کو رسوا کرے  
 بخانہ می الی لوگوں نے حضرت حسین رضی اللہ  
 عنہ جیسے شخص کی جس طرح سے مخالفت اور  
 نافرمانی کی وہ ان کے طرز عمل سے نصیحت پکڑتے

نظمنا الى هؤلاء القوم و  
نصدق قولهم و نقبل  
لهم عهداً ! لا ولا  
نراهم لذالعب اهل  
اما والله لقد قتلوه،  
حطوباً بالليل قيامه  
كثيراً في النهار قيامه  
احق بما هم فيه منهم  
• اولى بهم في الدين و  
الفضل، اما والله ما  
كان يبدل بالقرآن  
النساء ولا بالبكار من خشية الله المدا،  
ولا بالصيام شرب الحرام ، ولا  
بالجالس في خلق الذكر  
الركض في تطلاب الصيد  
يعرض بيزيد فسوف  
يلقون غيًّا۔

تاریخ الطبری ج۔

ص ۲۲۵، ۲۲۶

اور ان سے روکنے کے لیے کافی تھا لیکن جو تقدیر  
میں ہوتا ہے پورا ہو کر رہتا ہے اور جب اللہ  
تعالیٰ کسی معاملہ کا ارادہ فرمالتے ہیں تو اس کو  
ہرگز ٹالا نہیں جاسکتا، سو کیا اب حسین کے بعد  
بھی اس مکران قوم پر اطمینان کریں ان کے قول  
کی تصدیق کریں اور ان کے ہمد کو قبول کریں نہیں  
ہیں ہم ان کو اس کا اہل نہیں سمجھتے، خدا کی قسم  
انھوں نے اس حسین کو قتل کیا حرارت کو، ہر  
یک نمازوں میں گھڑے رہتے اور دن میں کثرت  
سے روزے رکھتے تھے اور جو اقتدار ان کو ملا  
ہے وہ اس کے ان سے زیادہ حقدار اور دین  
اور فضل کے اعتبار سے زیادہ مستحق تھے، بخدا  
وہ تلاوت قرآن کی بجائے گانے بجاتے اور  
خوب الہی سے، ورنہ کی بجائے لڑتے اور سرور  
کا شغل نہیں رکھتے تھے، نہ روزوں کی بجائے  
شراب خواری میں مصروف رہتے تھے، نہ ذکر  
الہی کی مجالس کو چھوڑ کر شکار کی جستجو میں گھوڑے  
کو اڑ لگایا کرتے تھے، یہ سب باتیں یزید پر ظفر  
تھیں، مگر یہ لوگ مغرب و آخرت میں اذیاب  
دیکھیں گے۔“

اس تقریر کو پھر پڑھیے یہ یزید اور اس کی کوئی فوج کا بیان ہو رہا ہے، یا حضرت

حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھی ”شہداد کربلا“ کا، یہ شغل بے نوشی، یہ سیر و شکار کی مصروفیت، یہ نغمہ و سرود کے مشغلے کس کے کردار پر طعنے ہیں، کیا یزید کے کردار پر نہیں؟ جس نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آمد کی خبر سن کر عبید اللہ بن زیاد کو کوفہ کا گورنر بنایا اور پھر ابن زیاد نے کوفیوں کو ترغیب و ترہیب سے حضرت ممدوح سے فدا مری پر آمادہ کیا اور عمر بن سعد کو سالار لشکر بنا کر آپ کے مقابلہ کے لیے روانہ کیا۔ اسی حکومت اور اس کے کارندوں کے بارے میں حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما یہ اعلان فرما رہے ہیں کہ ان لوگوں پر ہم کیونکر اطمینان کریں اور ان کی باتوں کو ہم کس طرح سچ جانیں اور ان کے وعدہ و بیان پر کس طرح اعتماد ہو کہ انہوں نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسی شخصیت کو قہر شیبہ کے یا ادریزید جیسے بدکردار کے تابع فرمان ہیں، کیا اس تقریر میں قتل حسین کی ذمہ داری یزید پر نہیں ڈالی گئی؟ ”داستان گو“ صاحب داستان سرائی میں مصروف اور افسانہ نویس میں گم ہیں۔

یزید کی برائت کے سلسلہ میں داستان سرائی (۴) حضرت حیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ

شہادت پر یزید اور یزیدی حکومت کے خلاف آپ کے یوم شہادت سے ملے کہ آج تک جو احتجاج ہوا اس سے پوری اسلامی دنیا کا بچہ بچہ واقف ہے ”داستان گو“ صاحب ابھی تک اس سے انجان بنے ہی تحریر فرماتے ہیں

”اس وقت کی پوری اسلامی دنیا نے اس حقیقت کو تسلیم کر لیا تھا، چنانچہ جن لوگوں اور گروہوں نے اس زمانہ میں کسی وجہ سے خلافت کے خلاف بغاوت کی، ان میں سے کسی نے بھی خلیفہ یا اس کے عامل پر حضرت حسینؑ کے قتل کی ذمہ داری عائد نہیں کی“ (داستان کربلا ص ۲۵)

علاوہ خود بدولت ہی اپنے پہلے کتابچہ ”حضرت عثمان کی شہادت کیوں اور کیسے“

میں یہ تحریر فرما چکے ہیں کہ

”حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کی دینی، سیاسی اور تاریخی عظمت سجا اور ان کے عظیم ترین کارنامے و فتوحات تسلیم، لیکن حضرت عثمانؓ نے خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ کی شہادت کے جس سازشہ پس منظر میں خلافت کا عہدہ سنبھالا تھا اور اندرونی طور پر حضرت عمرؓ کے صاحبزادہ حضرت عبید اللہ کے قتل کرنے کے اندرونی دباؤ اور مطالبہ سے دوچار ہونا پڑا تھا جس کے مان لینے سے امت مسلمہ فوراً دو ٹکڑوں میں بٹ کر مستقل باہمی تصادم میں مبتلا ہو سکتی تھی، جیسا کہ واقعہ قتل حسین کے بعد ہو گئی“ (ص ۲۰)

تعب ہے کہ یہ مان لینے کے بعد بھی کہ

”واقعہ قتل حسین کے بعد امت مسلمہ فوراً دو ٹکڑوں میں بٹ کر مستقل باہمی تصادم میں مبتلا ہو گئی“

داستان کربلا کہنے بیٹھے تو سب کچھ فراموش کر کے بالکل استخوان بن گئے سچ ہے دروغ گورا حافظ بنام شد

اب ذرا کمال صاحب اپنے حافظ پر زور ڈال کر سوچیں کہ امت یزید اور اس کے بد اعمال عمال حکومت کے خلاف ہو گئی ہے یا ان ساٹھ کوئی ”شہداء کربلا“ کے کہ جو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رفاقت میں درجہ شہادت پر فائز ہو کر داخل جنت ہوئے خاندان حبشی کے وظائف مقرر کرنے کا افسانہ (۷) اور ”داستان گورا“ صاحب نے جو یہ بات

بڑے غرے ملے کر بیان کی ہے کہ

”خلیفہ یزید نے اپنے والد حضرت معاویہؓ کے طریقے کے مطابق حضرت حسین کے صاحبزادے علی المعروف زین العابدینؓ اور دوسرے افراد

خاندان کے پیش بہادری سے مقرر کر دیے اور یہ حضرات بنایت اطمینان و آرام کے ساتھ کئی پشتوں تک ان وظائف پر زندگی بسر کرتے رہے۔  
(”داستان کربلا“ ص ۱۲)

اگر یہ بات صحیح ہے تو ”داستان گو“ صاحب ذرا بتائیں کہ سیمش بہادری سے مقرر کرنے والی ذاتی اور خاندانی جاگیر سے مقرر کیے تھے یا حکومت کے بیت المال سے، اگر بیت المال سے مقرر کیے تھے تو حضرت زین العابدین اور دوسرے افراد خاندان ان پیش بہادریوں کے مستحق بھی تھے یا نہیں، اگر مستحق تھے تو پہلے سے کیوں مقرر نہیں کیے اور اگر غیر مستحق تھے تو زید کو مسلمانوں کے بیت المال میں بے جا تصرف کرنے کا کیا حق حاصل تھا جو اس نے اپنی طرف سے ان کے پیش بہادری سے مقرر کر دیے اور یہ حضرات کئی پشتوں تک ان وظائف پر زندگی بسر کرتے رہے۔

**یزید کی جانشینی کی زالی توجہ** (۸) ”داستان گو“ صاحب نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بارے میں یہ داستان

گھر خنے کے بعد اس کے پس منظر میں واقعات کا ذکر کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ ”حضرت معاویہؓ نے یہ محسوس کر کے کہ ان کے بعد خلافت کے سوال پر مسلمانوں کے درمیان پھر کوئی نزاع نہ اٹھ سکے، اپنی وفات سے پیشتر مسلمانوں اور اہل مدینہ سے مشورہ واستصواب رائے کر کے اپنے بیٹے یزید کے لیے جانشینی کی بیعت عام لے لی۔

چونکہ مملکت اسلامیہ کا بہت بڑا حصہ بلکہ غالب اکثریت والا حصہ بلاد عجم پر مشتمل تھا اور اہل عجم اسی حکمران کی اطاعت کرتے تھے جو حکمران کے خاندان کا ہو اس کا بیٹا ہو یا اس کے خاندان کا کوئی فرد ہو، یزید ہاشمی اور ان کے تابعین کی طرف سے خلافت کے استحقاق کے دعویٰ نے



نئے خلیفہ کے مشورہ عام سے منتخب ہونے کے امکانات معدوم کر دئے تھے اور منصب خلافت کو ایک نزاعی امر بنا دیا تھا، اس لیے حضرت معاویہ نے اپنی زندگی میں ہی اپنی جانشینی کے مسئلہ کو طے کر دینا مناسب خیال فرمایا اور اس وقت زندہ تمام اصحاب رسول و ازواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشورہ اور پوری مملکت کے عوام سے استصواب کے امیرِ یزید کی ولی مہدی کی بیعت عام لے لی۔

اس دوران کو فرمیں رہنے والے قاتلانِ عثمان کے گروہ کے افراد نے حضرت حسینؑ سے خفیہ ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رکھا، حضرت حسن فوت ہو چکے تھے اور یہ لوگ اگر حضرت حسین کو متاثر کر لے کی کوشش کرتے رہے حضرت معاویہؓ کو ان باتوں کا پتہ چلا تو آپ نے حضرت حسین کو خط لکھ کر اس صورتِ حال پر متنبہ کیا تو حضرت حسین نے جواب میں لکھا کہ ”میں نہ آپ سے لڑنا چاہتا ہوں اور نہ آپ کی مخالفت کے

درپے ہوں“ (اخبار الطوال)

نتیجہ میں حضرت معاویہ کی وفات ہو گئی، آپ کے بعد امیرِ یزید جانشین ہوئے اور خلافت کی بیعت شروع ہوئی، مدینہ میں جب بیعت لیا شروع ہوا اور حضرت حسین کو بلا لیا گیا تو آپ نے مدینہ کے گورنر سے کہا کہ ”مجمع عام میں بیعت کی جائے، وہیں میں بھی بیعت کروں گا۔“

(طبری۔ اخبار الطوال)

لیکن دوسرے دن آپ مکہ کے لیے روانہ ہو گئے، آپ کے ہمراہ آپ کی ہمیشہ گمان اُم کلثوم، زینب، آپ کے برادران ابوبکر، جعفر اور عباس اور آپ کے برادر زادگان یعنی فرزندانِ حضرت حسن بھی تھے، البتہ آپ کے

ایک بھائی محمد بن حنفیہ اور بہت سے اہل خانہ ان ساتھ نہیں گئے، مدینہ کے کوڑ اور حکام نے کوئی قرض نہیں کیا اور حضرت حسین کو ان کے اہل خانہ کے ساتھ کہ چلے جانے دیا، راستہ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے پوچھا کہاں جا رہے ہو جواب دیا کہ جا رہا ہوں، حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے کہا کہ کہیں کوڑ کے شیعان علی کے پاس تو نہیں جا رہے ہو؟ ان لوگوں نے آپ کے والد اور آپ کے بھائی کے ساتھ جو سوک کیا اُسے یاد رکھیے اور ان کے فریب میں نہ آئیے گا۔ (اخبار الطوال)

کوڑ کے شیعان علی کو جب یہ معلوم ہوا کہ حسین، یزید کی بیعت کے بغیر مدینہ سے کہ آگئے ہیں تو انہوں نے سلیمان بن عمروؓ کے گھر جیسے کہ مشہور کیا اور عبداللہ بن سلیمؓ، حماد بن ابی اسحاقؓ، وداک سہمی کے ہاتھ اس مضمون کا خط حضرت حسین کو بھیجا کہ

”آپ کو نہ ایسی ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کریں گے اور یہاں کے حاکم نعمان بن ابیشر کو جو انصاری ہے نکال دیں گے“

حضرت حسین کے پاس صبح یہ دونوں قاصد پہنچے اور شام کو مزید دو قاصد پہنچے، پہلی صبح میں خطوط جن پر دو دو چار چار اشخاص کے دستخط تھے لے کر پہنچ گئے مضمون ایک ہی تھا کہ کوڑ تشریف لائیے اور بیعت لیجئے، غرض کہ ہر روز صبح و شام کوڑ سے آنے والے قاصدوں کا تانا باندا ہوا، حضرت حسین نے ان تمام خطوط کو بحفاظت رکھا اور اپنے بھائی مسلم بن عقیل کے ذریعہ ایک خط اہل کوڑ کے نام جواب میں بھیجا کہ ان آمدہ خطوط کی تصدیق ہو جائے۔ (اخبار الطوال)

بعد کے واقعات اور انجام آپ شروع میں پڑھ چکے ہیں (دلائل کریمہ ص ۲۴۱)

”داستان گو“ صاحب کو ایک ہی سانس میں شفا دہاؤں کرنے میں ذرا باک نہیں چنانچہ جہاں وہ یہ فرما رہے ہیں کہ

”بنی ہاشم اور ان کے حامیوں کی طرف سے خلافت کے استحقاق کے دعویٰ نے نئے غلیغہ کے مشورہ عام سے منتخب ہونے کے امکانات معدوم کر دیے تھے اور منصب خلافت کو ایک نزاعی امر بنایا تھا (ص ۶۱) اسی کے ساتھ بل توقف یہ بھی ارشاد ہو رہا ہے کہ

”اس لیے حضرت معاویہ نے اپنی زندگی میں ہی اپنی جانشینی کے مسئلہ کو طے کر دینا مناسب خیال فرمایا اور اس وقت زندہ کام اصحاب رسول و ازواج رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مشورہ اور پوری مملکت کے عوام سے استصواب کر کے امیرِ یزید کی ولی عہدی کی بیعت عام لے لی (ص ۶۱) نیز یہ کہ حضرت معاویہ نے یہ محسوس کر کے کہ ان کے بعد خلافت کے سوال پر ممالک کے درمیان پھر کوئی نزاع نہ اٹھ کھڑا ہو اپنی وفات سے پیشتر مسلمانوں اور اہل مدینہ سے مشورہ و استصواب رائے کر کے اپنے بیٹے یزید کی جانشینی کی بیعت عام لے لی“ (ص ۶۱ و ۶۰)

ناظرین! جانے غور ہے جب بقول ان کے ”نئے غلیغہ کے مشورہ عام سے منتخب ہونے کے امکانات ہی معدوم تھے“ تو یہ ”ان ہوں“ کیسے ہوئی اور یزید کے بارے میں استصواب نام کیوں کر ممکن ہوا؟ ایسی صورت میں اصحاب رسول و ازواج برل (رضوان اللہ علیہم اجمعین) اور پوری مملکت کے عوام سے استصواب کی آخری صورت ہوئی؟ اور اگر استصواب عام ممکن تھا جیسا کہ بقول ”داستان گو“ کے یزید کی ولی عہدی کے سلسلہ میں ہوا، بلکہ یزید کے مرجع جانے پر بھی اس کے بیٹے معاویہ نے خلافت کا مسئلہ استصواب ہی پر رکھا، چنانچہ خود ”داستان گو“ کا بیان ہے کہ

”خليفة يزيد کے بعد ان کے صاحبزادہ معاویہ کے ہاتھ پر لوگوں نے بیعت کرنا چاہی، معاویہ نے مجلس شوری سے کہا کہ وہ خود کو اس منصب کے لیے اہل نہیں پاتے، اس لیے مسلمان باہم مشورہ سے کوئی بہتر شخص منتخب کر لیں

(ص ۲۶)

تو پھر يزيد کی دلی عہدی کی بیعت لینے کی بجائے اگر حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات پر بھی یہی طریق کار اپنایا جاتا تو آخر اس میں کیا قیامت تھی کہ امت مشورہ عام سے جس شخص کو چاہتی خلافت کے لیے منتخب کر لیتی آپ خود ہی صوبہ میں کہ معاویہ ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ طرز عمل لائق ستائش ہے یا يزيد کی بے وقت کی ولیعہدی کی بیعت جس کی توجیہ میں ”داستان گو“ صاحب سرگرداں میں ستر کوئی بات بنائے نہیں بنتی (۹) چنانچہ کتاب دست سے يزيد کی ولیعہدی کا کوئی مقبول جواز پیش کرنے کی بجائے ”داستان گو“ صاحب اس سلسلہ میں اس سے زیادہ کچھ نہ کہہ سکے کہ

”چونکہ حکومت اسلامیہ کا بہت بڑا حصہ بلکہ غالب اکثریت والا حصہ بلاد عجم پر مشتمل تھا اور اہل عجم اسی حکمران کی اطاعت کرتے تھے جو حکمران کے خاندان کا ہو اس کا بیٹا ہو یا اس کے خاندان کا فرد ہو۔۔۔۔۔ ایسے حضرت معاویہ نے اپنی زندگی میں ہی اپنی جانشینی کے مسئلہ کو طے کر دینا مناسب خیال فرمایا“

(ص ۲۱)

واقعی يزيد کی دلی عہدی کی جناب نے بہت ہی عمدہ وجہ بیان کی۔  
پہلی پھر کٹھنی نگہ انتخاب کی۔

جناب کی تصریح سے واضح ہو گا کہ ”اہل عجم“ کی اطاعت کی خاطر يزيد کی دلی عہدی کا مسئلہ کھڑا ہوا اور اس بارے میں ”اہل عجم“ کا آسا پاس و لحاظ کیا گیا کہ امور سلطنت میں بھی بالکل ایسی کا طریقہ اپنایا گیا۔

تعجب ہے کہ آپ کے مدد و یزید کی دلی عہدی کے بارے میں تو اہل مجہم کا اتنا خیال رکھا جائے، مگر ”جلس حضرت عثمان غنی“ ان ہی ”اہل عجم“ کے اتنے غلات ہو کہ ان کے کفر و زندہ و لفاق کے اثرات کو زائل کرنے کے لیے اس کا قیام مل میں اُسے چنانچہ ”داستان کربلا“ کے آخر میں مجلس کے تعارف اور پروگرام کے سلسلہ میں جو کچھ بیان کیا گیا وہ یہ ہے کہ

”چونکہ اولین اہل قلم مولانا ابنیں عجمی اقوام میں سے ہوئے ہیں جن کی شوکت و حکومت اور جو دھڑا ہٹ مخالفت اسلام کے سبب الٰہی ہی مقدس صحابہ کرام کے ایقان عزم و ہمت اور فلاحی باتوں پر ہند ناک ہوئیں بار بار میں انہوں نے اپنے کفر و زندہ اور جذبہ استقام کو لفاق کی خوشنما چادر میں چھپا کر صدر اول کی تاریخ کو اس طرح مسخ کیا کہ ان اکابر صحابہ اور عجمین امت کے حسین کردار اور حقیقی خدوخال پر مغفرت و کف و بات کی گہری تہیں بیٹھ گئیں جنہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حاصل زندگی منظور نظر اور اسلام کی ریڑھ کی ہڈی کہنا چاہیے۔“ (ج ۱، ص ۳۰-۳۱)

اب خود ہی سوچ لیجئے کہ کیا ابنی اور عجمی اہل عجم کی خوشنودی کے لیے ”یزید“ کی دلی عہدی کی بیعت کی گئی تھی؟ اور کیا الٰہی ہی کی اطاعت کی خاطر ان کے رسم و رواج کو اپنایا گیا تھا، خوب جناب نے یزید کی دلی عہدی کی تحتی کا حق ادا کیا۔

ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسمان کیوں جو

(۵۰) یہاں یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ پہلے ”داستان گو“ صاحب اس بات پر طنز کر چکے ہیں کہ

”حضرت علیؓ کی وفات اور تدفین کے بعد لوگ حضرت حسنؓ کے پاس مسجد میں جمع ہو گئے اور ان کی بیعت کی“ (داستان کربلا ص ۱۷)

چنانچہ ان کے الفاظ ہیں کہ

”حضرت علیؑ کے بعد ان شیعیان نے حضرت علیؑ کے بڑے صاحبزادے

حضرت حسن کو ان کا جانشین خلیفہ بنا کر باپ کے بعد بیٹے کی دلی عہدی

کی رسم قائم کی“ (داستانِ کربلا ص ۱۵)

مخوف رہا یہ! نیز یہی دلی عہدی کے لئے تو جو بیس گڑھی جاتی ہیں اور حضرت حسن

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دلی عہدی پر طنز کیا جاتا ہے، حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

اگر حضرات صحابہ و تابعین برضا و رغبت بیعت کر لیں اور تمام اہل سنت والجماعہ باحکام

ان کو خلیفہ راشد مان لیں، تو یہ بات قابلِ تکریر ہے کہ باپ کے بعد ”بیٹے کی دلی عہدی کی رسم“

ظاہر ہوتی ہے، لیکن اگر برید کو اپنے باپ کی ہی زندگی میں ولیعہد بنا دیا جائے تو لائقِ تحسین

ہے، قرینِ مصلحت ہے، کیونکہ ”مجلس عثمانی“ کے شیعیان اموی کی نظر میں ایسی صورت

میں باپ کے بعد بیٹے کی ولیعہدی کی رسم ”یا تو سرے سے وقوع پذیر ہی نہیں ہوتی

یا پھر عین صواب ہے پھر یہ کہنا بھی غلط کہ ”دلی عہدی کی رسم قائم کی“

ولیعہد اور خلیفہ میں جو فرق ہے سب کو معلوم ہے ”داستانِ کربلا“ صاحب کو علم

رہ ہو تو اور بات ہے، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات پر حضرت حسن رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کو کسی کا ”ولیعہد“ نہیں بنایا گیا تھا بلکہ حضرت مدوح سے حاضرین نے بیعت

خلافت کی تھی اور باتفاق اہل سنت و جماعت جب تک کہ آپ نے عہدہ حکومت

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تفویض نہیں کیا آپ کا شمار خلفاء راشدین میں ہے

آپ کا زمانہ ولیعہدی تو اس وقت سے شروع ہوتا ہے جب سے کہ امیر معاویہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کو آپ نے زمام حکومت سونپی اور اس وقت آپ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ

عنہ کے ولی عہد نہیں بلکہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ولی عہد تھے، نیز یہی دلی عہدی

کا مسئلہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد اٹھا ہے، اب ہم پوچھنا چاہتے

ہیں کہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات اور زید کی ولید عہدی کی بیعت کے دوران  
 بقتاعصرہ گزرا اس میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد حکومت میں آخر بلاد عجم میں  
 وہ کوئی فتوحات ہوئیں جن کی بنیاد پر مملکت اسلامیہ کا بہت بڑا حصہ جگہ غالب اکثریت  
 والا حصہ اب بلاد عجم پر مشتمل ہو گیا؟ جو اس سے پہلے نہ تھا نیز اگر یہ بات صحیح ہے  
 کہ ”اہل عجم اسی حکمران کی اطاعت کرتے تھے جو حکمران کے خاندان کا ہو، اس کا بیٹا ہو  
 یا اس کے خاندان کا فرد ہو“ تو اس میں زید بن معاویہ ہی کی کیا خصوصیت تھی؟ کیا غلط  
 ماشدین حضرات ابو بکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی اولاد و امجاد حکمرانوں کی  
 اولاد نہ تھی؟ کیا تاریخ اسلام میں بس پہلے حکمران حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
 ہی ہوئے ہیں؟ مزید یہ کہ ”داستان گو“ صاحب تو زید کے بعد مرغان ہی کو خلیفہ  
 مانتے ہیں کیا مردان کے والد بنو گواہ حکم بھی کبھی کسی زمانہ میں عالم اسلام کے حکمران رہے  
 تھے؟ حوام کو اس طرح گمراہ کرنے سے فائدہ!

**بنی ہاشم پر اقتدار** (۱۱) اور جناب نے بنی ہاشم اور ان کے حایوں کی  
 طرف جو خلافت کے استحقاق کے اداکار کا دعویٰ منسوب

کیا ہے، اس کا تاریخی ثبوت کیا ہے؟ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حکمرانی سے  
 پہلے بنی ہاشم میں دو خلیفہ ہوئے ہیں، ایک حضرت علی و دوسرے ان کے صاحبزائے  
 حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہما، اور دونوں کا انتخاب خلافت کے لیے ارباب  
 حل و عقد نے کیا تھا، ان میں سے خود کسی نے بھی استحقاق خلافت کا دعویٰ نہیں کیا  
 اور دونوں اہل سنت کے نزدیک خلیفہ راشدین، ان دونوں کے علاوہ زید کی ولید عہدی  
 کے زمانہ تک بنو ہاشم میں سے کسی نے بھی استحقاق خلافت کا دعویٰ کیا ہو تو ذرا اس  
 کا نام تو بتائیے! خلفاء راشدین کے بارے میں غلط بیانی سے کوئی فائدہ اینز یا تعرض  
 یہاں بھی لیا جائے کہ ”بنی ہاشم اور ان کے حایوں کی طرف سے خلافت کے استحقاق

کا دعویٰ کیا گیا، ”نواس سے کوئی قیامت ٹوٹ پڑی، خلافت کا حق قریش کے لیے نص سے ثابت ہے کیا بنی ہاشم جو خاندان نبوت سے تعلق رکھتے ہیں قریش سے خارج ہیں کیا خلافت قریش کے تمام خاندانوں میں صرف بنی امیہ ہی کے لیے اٹھ کر دی گئی تھی، اور بنی امیہ میں بھی صرف بنو حرب کے لیے جو یزید کی دلی جہدی ضروری ٹھہری؟ وہ اپنے بھی بنو ہاشم کے بارے میں توجہ ان کی معلومات قابلِ وادہیں کہ آپ نے حضرت عبید اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بھی ”شہادت عثمان غنی کیوں اور کیسے“ میں فوجا بنی ہاشم میں شمار کیا ہے (ص ۳۶) حالانکہ وہ قطعاً ہاشمی نہیں۔ بلکہ قریشی اسدی ہیں ہاں یہ صحیح ہے کہ روافض خلافت کو بنی فاطمہ کا حق سمجھتے ہیں اور ان کے مقابل بعض نواسحب بنی امیہ کا، چنانچہ علامہ ابن عرم نے ”الفصل“ میں لکھا ہے، کہ ہمارے علم میں یہ بات آئی ہے کہ اردن میں ایک شخص نے جو اس امر کا قائل تھا کہ منصب خلافت پر فائز ہونا امیہ کے علاوہ اور کسی کے لیے روا نہیں اس موضوع پر ایک مستقل ایضابھی مدون کی ہے (۲۰ ج ص ۹۰)

حضرت حسین کے بارے میں افسانہ تراشی | (۱۲) اور داستان گو  
نے جو یہ لکھا ہے،

”اس دوران کو نہ میں رہنے والے قاتلان عثمان کے گردہ کے افراد نے حضرت حسین سے خفیہ ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رکھا، حضرت حسن فوت ہو چکے تھے اور یہ لوگ آکر حضرت حسین کو متاثر کرنے کی کوشش کرتے رہے، حضرت معاویہ کو ان باتوں کا پتہ چلا تو آپ نے حضرت حسین کو خط لکھ کر اس صورت حال پر متنبہ کیا تو حضرت حسین نے جواب میں لکھا کہ میں نہ آپ سے لڑنا چاہتا ہوں اور نہ آپ کی مخالفت کے پلے ہوں“



سو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں تو ان کو یہ افسانہ تراشا ہی چاہیے کہ قاتلان عثمان کے گردہ کے افراد نے حضرت حسین سے خفیہ ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رکھا کیونکہ وہ نہ صرف حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلکہ ان کے برادر بزرگوار حضرت حسن اور ان دونوں کے والد ماجد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما تک کو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل میں ملوث کرنا چاہتے ہیں، مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب وہ خود یہ لکھ رہے ہیں کہ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جبکہ :-

”حضرت حسن فوت ہو چکے تھے“ اور ان کی وفات ۳۹ھ یا ۴۰ھ میں ہوئی ہے اور اسی ”داستان کربلا“ میں ان کے یہ الفاظ بھی ہیں کہ :

”امیر خلافت جو حضرت عثمان کی شہادت کے

بعد ۳۵ھ کے آخر سے مغل ہو گیا تھا اور مسلمان دو حصوں میں بٹ گئے تھے، حضرت حسن کے اس اقدام سے دہک انھوں نے حضرت معاویہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی (۳۶ھ کے شروع میں ۵ سال بعد پھر بحال ہو گیا اور امت ایک ہی خلیفہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی

سربراہی میں متحد ہو گئی“ (ص ۱۹)

غرض ۳۵ھ سے لے کر ۳۹ھ یا ۴۰ھ تک پورے نو، دس برس حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام قلم و اسلامی کے بلا شرکت غیر سے مطلق فرمانروا تھے اور اس لیے ”داستان گو“ ہی کے قول کے مطابق اس وقت

لے کیونکہ شیعیان مروان ”مجلس عثمانی غنی“، حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو خلیفہ تسلیم کرتے ہیں نہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس لیے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد سے ان کے عقیدہ کے مطابق امر خلافت مغل رہا۔

”حضرت معاویہ قاتلین عثمان ..... اور قتلہ بازوں کو دھونڈھ دھونڈھ کر کیفر کردار تک پہنچانے لگے۔“ (ص ۲۰)

پھر ”قاتلین عثمان“ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گرفت سے کیونکر بچ گئے شاید وہ یہ جواب دیں کہ

”حضرت معاویہ کے در سے قاتلوں کے بہت سے ساتھی روپوش ہو گئے۔“ (”قاتلانِ کربلا“ ص ۲۰)

تو پھر بھی یہ سوال اپنی جگہ باقی رہے گا کہ خود ان کے ہی لکھنے کے مطابق ”کو ذمہ رہنے والے“ قاتلانِ عثمان ”کے گروہ کے افراد نے حضرت حسین سے خفیہ ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رکھا۔ حضرت معاویہ کو ان باتوں کا پتہ چلا تو آپ نے حضرت حسین کو خط لکھ کر اس صورتحال پر متنبہ کیا۔“

آخر حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس معاملہ میں حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کو کیوں متنبہ کیا؟ جب ان کو ان باتوں کا پتہ چل گیا تھا تو پھر ان قاتلانِ عثمان کو کیوں کیفر کردار تک پہنچایا کہ نہ رہے بالئ نہ بیکے بٹہری۔ ”داستانِ گو“ صاحب جھوٹ سے بات کہیں نہ کرتی ہے! معاذ اور الجھ جاتا ہے!

غلط حوالہ دینے کی تو ”داستانِ گو“ صاحب سے شکایت ہی کیا، وہ تو ان کی پرانی عادت ہی بنے بٹہری کے حوالوں کی تصدیق ناظرین کی نظر سے گذر چکی ہے کہ ”داستانِ گو“ صاحب نے کس طرح سچ میں جھوٹ ملا کر صورت کو افسوس کا ہے، وہاں بھی وہی کاروائی فرمائی اور ان اشرف کو ذمہ پر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شہور حلیلِ اقدس صغابی حضرت حجر بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جو حجر بن الادبر، حجر الخضر کے نام سے معروف ہیں) کے قتل کیے جانے کی خبر لے کر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں عربینہ طیبہ میں حاضر ہوئے تھے، ”قاتلانِ عثمان“ کی تہمت لگادی ہے، حضرت حجر بن عدی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا ان اشرف کو ذکا قتل عثمان سے کئی دور کا بھی تعلق نہیں، یہ سب ”داستان گو“ صاحب کی بنائی ہوئی بات ہے، اہل علم ”الاجار الطوال“ سے جس کا ”داستان گو“ صاحب نے حوالہ دیا ہے مراجعت کر کے دیکھ سکتے ہیں۔

**حضرت حسین کو مطعون کرنا** (۱۳) اور بیعت یزید کے سلسلہ میں جو ”داستان گو“ صاحب کا یہ بیان ہے کہ

”تہ میں حضرت معاویہ کی وفات ہوئی، آپ کے بعد امیر یزید جانشین ہوئے اور خلافت کی بیعت شروع ہوئی، مدینہ میں جب بیعت لینا شروع ہوا اور حضرت حسینؑ کو بلایا گیا تو آپ نے مدینہ کے گورنر سے کہا کہ ”مجھے عام میں بیعت کی جائے میں بھی وہیں بیعت کر لوں گا“ (طبری - اخبار الطوال)

”لیکن دوسرے دن آپ کہہ کے لیے روانہ ہو گئے“ (ص ۲۲)

اس کا مقصد حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غلط گوئی اور وعدہ خلافی سے ہم کرنا ہے۔ ”تاریخ طبری“ اور ”الاجار الطوال“ میں کہیں یہ مذکور نہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گورنر مدینہ سے یہ کہا ہو کہ ”میں بیعت کر لوں گا“ یہ بات ”داستان گو“ صاحب نے اپنے جی سے بنائی ہے، واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ جب یزید تخت حکومت پر بیٹھا، تو اس کو سب سے پہلے اس بات کی فکر تھی کہ اہل خوگوں سے کس طرح بنا جائے، جنہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی ہی میں یزید کی ولیعهدی کو قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا پچانچہ فوراً ولید بن عقبہ بن ابی سفیان کے نام سے اس وقت مدینہ کا گورنر تھا ایک چھوٹے سے پرچہ پر جو بقول مؤرخ طبری ”چو چے کے کان“ کے برابر تھا (کافہنا اذن فادۃ) یہ فرمان لکھ کر بھیجا۔

اما بعد فخذ حسیناً وجد اللہ  
ابا بعد بیعت کے سلسلہ میں، حسین عبد اللہ  
بن عمرو عبد اللہ بن الزبیر بالبیعة  
بن عمر اور عبد اللہ بن زبیر کو پوری سختی کے  
اخذاً شدیداً لیست فیہ رخصۃ  
ساتھ پکڑو اور جب تک یہ لوگ بیعت نہ کریں

حتی یایعوا والسلام - انہیں رخصت نہ لے پائے

(تاریخ الطبری ص ۳۳۸) والسلام -

ولید کو زید کا یہ حکم ملا تو وہ فتنہ کے خوف سے گھبرا گیا، مروان اور ولید بن ابی ہاشم تھے، لیکن مصافحہ کی نزاکت کے پیش نظر اس نے مروان کو مشورہ کے لیے طلب کیا اس شفیق نے آتے ہی جو مشورہ دیا وہ سننے کے قابل ہے۔

علیک بالحسین بن علی وعبد اللہ بن الزبیر، فالعلت الیہما السامۃ فان بالیعا والا فاضرب اعناقہما قبل ان یعلن الخبر

تم پر لازم ہے کہ اسی وقت حسین بن علی اور عبد اللہ بن زبیر کو بلوا لو اگر وہ دونوں بیعت کر لیں تو خیر ورنہ دونوں کی گردنیں مار دو۔ یہ کام معاویہ کی خبر مرگ کے اعلان سے پہلے پہلے ہو جانا چاہیے۔

(الاجار الطوال ص ۲۲۷)

ولید نے مروان کے مشورہ کے مطابق عبد اللہ بن عمرو بن عثمان کو ان دونوں حضرات کو بلانے کے لیے بھیج دیا، جو اس وقت مسجد نبویؐ میں تشریف فرما تھے، ولید کا پیام پہنچا تو ان حضرات نے عبد اللہ سے فرمایا تم چلو ہم آتے ہیں، وہ چلا گیا تو حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا کہ ”اس بے وقت کی ظہمی کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟“ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ

لے البوضیفہ دیغوی کے الفاظ میں فلاوود ذلک علی الولید فظح بہ وخاف الفتنۃ

(الاجار الطوال ص ۲۲۷) جب ولید کے پاس یہ حکم پہنچا تو وہ گھبرا گیا اور اسے فتنہ کا اندیشہ ہوا۔

میں یہ بھی واضح رہے کہ حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگ جمل میں مروان کی جان بخشی کی تھی۔ اس ناسپاس نے اس کا یہ بدلہ دیا۔

”میرا لگان ہے کہ معاویہ کا انتقال ہو گیا اس لیے بیعت کے لیے ہمیں بلا بھیجا ہے“ اسی زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ سن کر کہا ”میں بھی یہی سمجھتا ہوں“ اس گفتگو کے بعد دونوں حضرات اپنے گھروں کو لوٹ آئے۔ گھر پہنچ کر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے غلاموں اور موافق کو جمع کر کے ”دارالامارۃ“ کا رخ کیا اور وہاں پہنچ کر ان کو ہدایت کی کہ دروازہ پر ٹھہرے رہو اور اگر اندر سے میری آواز سوتو ”دارالامارۃ“ میں آ جا نا یہ فرما کر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اندر تشریف لائے، ولید نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موت کی خبر سنا کر زہیر کا فرمان دکھایا اور اس کی بیعت کے لیے کہا، اس پر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اعریت کے بعد فرمایا کہ

أَمَّا سَأَلْتَنِي مِنَ الْبَيْعَةِ فَأَنْ  
مَنْ لَا يُعْطَىٰ بِبَيْعَتِهِ مَسْرًا  
وَلَا أَرَاكَ تَجْزِي بِهَا مَنِي  
سَرًّا دُونَ أَنْ تَظْهَرَهَا عَلِيًّا  
رُؤْسَ النَّاسِ عِلَاقَةً  
بیعت کے بارے میں جو تم نے مجھ سے کہا  
ہے تو مجھ جیسا آدمی خفیہ بیعت نہیں کیا کرتا  
اور میں سمجھتا ہوں کہ تم بھی میری خفیہ بیعت کو  
کافی نہیں سمجھتے جب تک کہ تم برملا لوگوں  
کے سامنے اس کا اظہار نہ کرو۔

ولید نے کہا: اجل (جل ہاں)۔ اس پر آپ نے اس سے فرمایا۔

فَإِنْ خَرَجْتَ إِلَى النَّاسِ دَعْوَتَهُمْ إِلَى  
الْبَيْعَةِ دَعْوَتَا مَعَ النَّاسِ فَكَانَ امْرَأًا  
وَاحِدًا (تاریخ الطبری ج ۵ ص ۳۲۹، ۳۳۰) ساتھ ہی بلا لیتا، تاکہ معاملہ یکساں رہے۔  
اس عبارت میں کوئی لفظ ایسا نہیں کہ جس کا ترجمہ یہ ہو کہ ”میں بیعت کر لوں گا“

بلکہ آپ معاملہ کو لوگوں کے اجتہاد پر ٹالنا چاہتے ہیں، پھر ابھی بیعت لینا شروع نہیں ہوا۔ جیسا کہ ”داستان گو“ صاحب نے لکھا ہے بلکہ آپ کو بے وقت بلوا کر خفیہ طور پر بیعت لینے کے لیے زور ڈالا جا رہا تھا، جس سے آپ نے حکمتِ علی کے ساتھ

بہنو تہی فرمائی، بہر حال حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ولید کو قائل کیا تو اس نے آپ کو ”دار الامارۃ“ سے جانے کی اجازت دے دی، اس پر مروان نے پھر ولید سے کہا

واللہ ان فارقک الساعة خدا کی قسم اگر یہ اس وقت بغیر بیعت کیے  
 ولم یبايع لا قدرت منه تیرے پاس سے چلے گئے تو پھر کبھی بھی تو ان  
 علی مثلها ابدا حتی تکثر سے بیعت لینے پر اس وقت تک قادر نہ ہو  
 القتلى بینکم و بینہ اجس سکے گا جب تک کہ تمہارے اور ان کے امین  
 الرجل، ولا ینخرج من کثرت سے لوگ قتل نہ ہو جائیں اس شخص کو  
 عندک حتی یبايع او تضرب کو قید کرنا واجب تک کہ یہ بیعت نہ کر لے یا  
 عنقہ۔ اس کا سر نہ قلم کر دیا جائے، یہ تیرے پاس  
 (تاریخ الطبری ج ۵ ص ۲۴۰) سے نکلنے نہ پائے۔

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے ہی مروان کی زبان سے یہ سنا کہ وہ  
 اٹھ کھڑے ہوئے اور یہ فرماتے ہوئے باہر نکل آئے کہ

یا ابن الزرقاء انت اوز قاتل مروان کی ماں کا لقب، کہنے لگے تو  
 نفسی ام هو؟ کذبت مجھے قتل کرے گا یا یہ، خدا کی قسم تو جھوٹ بکتا  
 واللہ و التمت۔ ہے اور گناہ اپنے سر لیا ہے۔

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس طرح صحیح سلامت نکل جانے پر  
 مروان بابرہم ہوا اور ولید سے کہنے لگا۔

عینی، لا واللہ لا تو نے میری بات نہ مانی، خدا کی قسم اب وہ  
 یمکنک من مثلها کبھی تجھ کو اس بار سے میں اپنے اوپر قابو  
 من نفسہ اہذا۔ نہیں دیں گے۔

ذلیلہ نے مروان سے کہا ”مروان یہ زہر و قویج کسی اور کو کر تو میرے لیے وہ بات پسند کر رہا ہے جس میں میرے دین کی سراسر بربادی ہے

واللہ ما احب ان لی ما طلعت  
خدا کی قسم حسینؑ کے قتل کے عوض اگر مجھ کو مشرق  
علیہ الشمس و غربت عنہ من  
و مغرب میں تمام دنیا کا مال اور اس کی سلطنت  
مال دنیا و ملکھا، والی قلت  
بھی ملے تو پسند نہیں، سبحان اللہ کیا میں  
حسیناً، سبحان اللہ! اقل حسیناً  
حسین کو صرف اس لیے قتل کر ڈالوں کہ وہ  
ان قال لا ابایعہ را اللہ انی لا ظن  
کہتے ہیں ”میں بیعت نہیں کرتا“ بخدا مجھے  
اعراضاً یاسب بدم الحسین لضعف  
یقین ہے کہ جس شخص سے قیامت کے دن  
المجران عند اللہ یوہ الفیاسمۃ  
اللہ تعالیٰ کے حضور میں حسینؑ کے خون کھاب  
(”تاریخ الطبری ج ۵ ص ۳۴۰) لیا جائے گا، میزان میں اس کا پلہ ہلکا ہو گا۔

اس پر مروان جھلا کر بولا، اچھا تمہاری بی بی رائے سچے تو پھر تم نے ٹھیک کیا۔ یہ ہے اس واقعہ کی تفصیل جو تاریخ طبری سے نقل کی گئی۔ ”تلاذار الطوال“ اور ”تاریخ طبری“ دونوں کا مضمون واحد ہے، فرق ہے تو بس اجمال و تفصیل کا۔ مورخ دیویری نے بیان واقعہ میں اجمال سے کام لیا ہے اور مورخ طبری نے تفصیل سے، ”کہ داستان کو“ صاحب کو پوری داستان میں بس اتنا ہی یاد ہے جو ان کی قلم سے نکلا اور پھر ذریعہ داستان کے لیے دونوں کتابوں کے حوالے سے واقعہ کا وہ المناقشہ کہینا ہے جس سے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذمہ کا پہلو عیاں ہو کہ انہیں یزید و مروان سے عقیدت ہے اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت۔

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ یزید کی بیعت کو ”بیعت غلامت“ سمجھتے تھے اس لیے وہ اس سے کیوں بیعت کرتے؟ چنانچہ امام ابن حزم غابری، ”الفصل فی الملل والادیان واخل میں فرماتے ہیں

رأى انها بيعة ضلالة حضرت حین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے میں  
(۲۰۶ ص ۱۰۵ طبع ۱۳۲۱ھ) یزید کی بیعت ”بیعت ضلالت“ تھی۔  
اور اسی کتاب میں دوسری جگہ لکھتے ہیں۔

انما انکرم من انکر من الصحابة ورضی صحابہ اور تابعین رضوان اللہ علیہم میں سے  
اللہ عنہم ومن التابعین بیعة یزید بن جن حضرات نے بھی یزید بن معاویہ، ولید اور  
معاویۃ والولید وسلیمان لانہم عاؤا سلیمان کی بیعت سے انکار کیا وہ اس  
غیر میں خبیثین (ج ۲ ص ۱۶۹) لیے کیا کہ یہ اچھے لوگ نہ تھے۔

”داستان گو“ صاحب نے مؤرخ طبری کے حوالے سے جو کچھ نقل کیا ہے اس  
کی نتیجہ کے سلسلہ میں یزید کے برے کردار پر روشنی ڈالی جا چکی ہے، اس پر دوبارہ نظر  
ڈال لیجئے معلوم ہو جائے گا کہ حضرت حین اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما  
نے اس کے بارے میں کیا اظہار خیال فرمایا ہے،

فاظن ابن حزم اندلسی نے بھی اپنی مشہور کتاب ”جمہرة انساب العرب“ میں یزید کے  
کردار پر نہایت مختصر مگر جامع تبصرہ کیا ہے، جو ناظرین کی ضیافت طبع کے لیے درج ذیل  
ہے فرماتے ہیں۔

ویزید امیر المؤمنین وھان قبیح اور یمامیر المؤمنین جس کے اسقام میں برے

۱۔ حضرت شامہ دلی اللہ صاحب نے بھی حجۃ اللہ بالافہ میں یزید کو داعیان ضلال ہی میں شمار کیا ہے  
چنانچہ ان کے الفاظ میں درمات الضلال یزید بالنام وبقرا بالعراق (ج ۲ ص ۲۱۲) اور کتاب کے آخر  
میں فرماتے ہیں ومن القرون الفاضلة الفا قامن هو منافق او فاسق وھنھا الحجاج  
ویزید بن معاویۃ وھنختار (اور قرون فاضلہ میں بھی باجماع ایسے افراد ہو گزرے  
ہیں جو منافق یا فاسق تھے جیسے کہ حجاج، یزید بن معاویہ اور مختار تھے)



الاثار فی الاسلام، قتل اہل  
 المدینة و افاضل الناس و بقیة  
 الصحابة، رضی اللہ عنہم۔ یوم الحرة  
 فی آخر دولتہ، و قتل الحسین رضی  
 اللہ عنہ و اہل بیتہ فی اول دولتہ  
 و حاصر ابن الزبیر رضی اللہ عنہ  
 فی المسجد الحرام و استخف  
 محرمۃ الکعبۃ و الاسلام فاماتہ  
 اللہ فی تلک الايام، و قد کان  
 غزانی ایامہ القسطنطینیۃ  
 و حاصرها (ص ۱۱۲ طبع مصر ۱۳۸۲ھ) معاصرہ بھی کیا تھا

کرتوت ہیں، اس نے اپنی سلطنت کے آخری  
 دور میں حرہ کے دن اہل مدینہ اور ان کے بہترین شخص  
 اور بقیہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو قتل کیا، اور اپنے  
 عہد حکومت کے اوائل میں حضرت حسین رضی اللہ  
 تعالیٰ عنہ اور ان کے اہل بیت کو قتل کیا، اور  
 مسجد حرام میں حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ  
 عنہ کا محاصرہ کر کے کعبہ اور اسلام کی بے حرمتی  
 کی، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی، و لولہ اس کو موت  
 کا مژدہ چکھایا، اس نے اپنے باپ کے عہد میں  
 قسطنطنیہ کی جنگ میں شرکت کی تھی اور اس کا

واضح رہے کہ ”جمہور الساب العرب“ ”خلافت معاویہ و یرید“ میں محمود احمد عباسی  
 کا بڑا اہم ماخذ ہے، عباسی صاحب نے بنو ہاشم و بنو امیہ کی باہمی قربتوں کو بیان کرتے  
 ہوئے اکثر اسی کتاب کا حوالہ دیا ہے، امام ابی حزم نے صاف تصریح کی ہے کہ حضرت  
 حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اصل قاتل یرید ہے کہ اسی کے حکم پر، ان کی شہادت مل میں  
 آئی اس دور کے ناصبی اب یزید کو خونِ حسین سے بری کرنے کے لیے ہاتھ پیرا رہے  
 ہیں اور طرح طرح کی افتراء پر دازی میں مشغول ہیں۔

کتاب کا غلط حوالہ (۱۴) اور ”داستان گو“ صاحب نے ”الاجار الطول“  
 کے حوالہ سے جو یہ ارقام فرمایا ہے کہ

ماستہ میں حضرت عبداللہ بن عباس نے پوچھا کہاں جا رہے ہو، جواب  
 دیا مکہ جا رہا ہوں، حضرت عبداللہ بن عباس نے کہا کہ کہیں کوفہ کے ضلعان

علیؑ کے پاس تو نہیں جا رہے ہو؟ ان لوگوں نے آپؐ کے والد اور آپؐ کے بھائی کے ساتھ جو سلوک کیا اسے یاد رکھیے اور ان کے فریب میں نہ آئیے گا  
(اخبار الطوال) (داستان کربلا ص ۲۳)

وہ الاخبار الطوال میں کہاں ہے تصحیح نقل کرنا چاہیے۔ ہمارے پیش نظر "الاخبار الطوال" کا جدید طبع شدہ نسخہ ہے جو ۱۹۹۰ء میں قاہرہ سے شائع ہوا اور عبد اللہ نعم عامر نے متعدد قدیم نسخوں سے مقابلہ کر کے اس کی تصحیح کی ہے اگر "داستان گو" صاحب کو اپنے دعویٰ کی صحت پر اب بھی اصرار ہو تو اصل عربی عبارت پیش کی جائے۔  
صحابی رسول حضرت سلیمان بن صرد و پر طعن (۱۵) اور یہ جو داستان گو صاحب نے الاخبار

الطوال کے حوالہ سے لکھا ہے کہ

”کوفہ کے شیعان علیؑ کو جب یہ معلوم ہوا کہ حسینؑ یزید کی بیعت کئے بغیر مدینہ سے مکہ آگئے ہیں، تو انھوں نے سلیمان بن صرد کے گھر منیہ کر مشورہ کیا اور عبد اللہ بن سبيع ہمدانی اور عبد اللہ بن وداک سلمی کے ہاتھ اس مضمون کا خط حضرت حسینؑ کو بھیجا کہ

”آپ کوفہ آئیں، ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کریں گے اور یہاں کے حاکم نعمان بن لیشر کو جو انصاری ہیں نکال دیں گے“  
(داستان کربلا ص ۲۳) الخ

تو واضح رہے کہ حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے عظیم القدر صحابی ہیں حافظ ابن کثیر "البدایہ والنہایہ" میں لکھتے ہیں۔

وقد کان سلیمان بن صرد الخزامی حضرت سلیمان بن صرد خزامی رضی اللہ عنہ

لے بطور نسخہ میں طباعت کی غلطی سے "الخزامی" بن جائے الخزرجی "چھپ گیا ہے  
بقیہ مشرق و مرقعہ

صحابياً جلیلاً نبیلاً عابداً زاهداً، میل اللہ صاحب فضل و کمال عابد زاہد  
 روی من النبی صلی اللہ علیہ وسلم صحابی تھے، انھوں نے آنحضرت صلی اللہ  
 اسادیث فی الصبیحین وغیرہما علیہ وسلم سے مدینیں روایت کی ہیں جو  
 و شہد مع علی الصغیرین۔ صحیحین وغیرہ میں منقول ہیں، صحیفین کی  
 جنگ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
 (ج - ۸ ص ۲۵۵) کے ساتھ موجود تھے۔

اپنی زیادہ سے زیادہ انگریزوں کی طرح وارگیر شروع کر رکھی تھی اور خوف و دہشت  
 کا سماں پیدا کر کے ہر طرف سے جو ناکہ بندی کر دی تھی اس میں صحیح واقعات کا مخلصین  
 کو بھی بروقت علم نہ ہو سکا جو وہ موقع پہنچ کر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی  
 کو آتے اور نہ اس امر کا پہلے سے اندازہ تھا کہ یہ اشیاء حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
 کو رام ہی میں روک کر اس بیدردی سے شہید کر ڈالیں گے، جیسے کہ خود اہل مدینہ کو بھی حضرت  
 عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس طرح اچانک شہید کر دیے جانے کا خیال بھی نہ تھا،  
 بہر حال کوفہ میں ایسے بہت سے مخلصین تھے جو دل سے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
 کے ہوا خواہ تھے، مگر انھیں بروقت آپ کی مدد کو پہنچنے کا موقع نہ مل سکا۔  
 اپنی لوگوں میں یہ بھی تھے، لیکن بعد کو اس کو تابہی پر سخت نادم ہوئے اور ۱۱ھ

(بقیہ صفحہ گذشتہ) مگر محمد و احمد عباسی کی تاریخ والی یا غلط بیانی کا ایک نمونہ یہ بھی ہے کہ حضرت  
 سلیمان بن صرد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تو وہ ”سبانی لیڈر“ بتاتے ہیں اور مسلم بن عقبہ مری کو  
 جس کے ہاتھوں مدینہ پاک کی حرمت خاک میں ملی اور سینکڑوں صحابہ و تابعین کا قتل عام ہوا  
 رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معمر صحابی“ حالانکہ سلف علماء جب اس مسلم کا ذکر کرتے  
 ہیں تو بھجائے مسلم“ کے اس کو ”مسرف“ یا ”مجرم“ کے برے لقب سے یاد کرتے ہیں۔

میں پابنزار فدا ہونے کا لشکر لے کر خونِ حسین کا انتقام لینے کے لیے شامیوں کے مقابلہ میں نکلتے۔ یہ لشکر تاریخ میں ”قواہین“ کے نام سے موسوم ہے، امیر المومنینؑ یہی حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ ”عین الوردہ“ کے مقام پر ۲۲ جمادی الاولیٰ ۳۷ھ کو عہد اللہ بن زیاد کے لشکر سے مقابلہ شروع ہوا اور تین دن تک دونوں لشکروں میں معرکہ کارزار گرم رہا، تیسرے روز ۲۳ جمادی الاولیٰ کو نہایت بہادری کے ساتھ لڑتے ہوئے انہوں نے باجم شہادت نوش کیا، اس وقت ان کی عمر تیرانوے سال تھی، رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

نعمان بن بشیر انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق انہوں نے تو ان کو کوفہ سے نکال دینے ہی کے لیے لکھا تھا، مگر نا صبیحوں کے مدد و مروان نے تو اپنی حکومت کی ابتداء ہی حضرت موصوف کے قتل سے کی تھی، چنانچہ امام ابن حزم غامدی

”بھڑا انساب العرب میں رقمطراز ہیں

و النعمان بن بشیر اول مولود ولد فی الانصار بعد البصرة، افتقر مروان دولته بقتله و سيق اليه رأسه من حمص، رضی اللہ عن النعمان و لا رضی عن قاتله“ (ص ۲۶۳)

نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ انصاری پہلے صاحبزائے ہیں جو ہجرت کے بعد پیدا ہوئے مروان نے اپنی سلطنت کا اقتدار ان ہی کے قتل سے کیا، حمص سے ان کا سر کاٹ کر مروان کے پاس لایا گیا۔ اللہ تعالیٰ نعمان سے راضی ہو اور ان کے قاتل سے راضی ہو

یہ بھی صحابی ہیں، جنگِ صفین میں جنابِ مہدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھے انھوں نے ان کو یمن کا اودیزید نے کوفہ کا گورنر بھی بنایا تھا، یزید کے بعد چونکہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بیعت کرنی تھی اور انھوں نے ان کو حمص کا قادی بنا دیا تھا، اس لیے مروان نے ان سے جنگ کر کے ان کو قتل کر ڈالا۔

”داستان گو“ صاحب ”قواہین“ کے واقعہ سے انجان ہیں وہ اپنی داستان

اس قوم کے تین ماہ بعد مختار ثقفی کے قصہ سے شروع کرتے ہیں  
**داستان کا اختتام کھلے جھوٹ پر** (۱۶) چنانچہ "داستان گو" صاحب  
 نے واقعہ کربلا کے بارے میں جو داستان

تصنیف فرمائی ہے اس کا ڈراپ میں اس طرح ہوتا ہے۔

"خلیفہ یزیدؓ کی وفات سے حضرت مروانؓ کے خلیفہ ہونے تک دو سال کی  
 مدت بنتی ہے، اس مدت میں عبداللہ بن زبیر کا دعویٰ خلافت اور خوارج  
 (جنگیں جاری رہیں، لیکن قتل حسین کے متعلق اس دوران بھی کوئی آواز ایسی  
 نہیں اٹھی، جس میں خلیفہ یزید یا بنی امیہ کو اس قتل کا ذمہ دار گردانا گیا ہو،  
 حالانکہ حضرت مروانؓ کی خلافت کے قیام تک حضرت حسین کے قتل کے  
 واقعہ کو چار سال لٹ رہے تھے، عبداللہ بن زبیر بھی زندہ تھے اور اپنی خلافت  
 کے مدعی تھے۔ رمضان ۶۵ ہجری میں مختار ثقفی نامی ایک شخص کوفہ میں آیا  
 اور اس نے خون حسین کے انتقام کا خفیہ پروپیگنڈہ شروع کیا، .....  
 اس شخص نے رفتہ رفتہ خفیہ طور سے ایک گروہ اکٹھا کر لیا اور آخر کار  
 ۶۶ھ میں حضرت حسین کے قتل کے ۶ سال بعد خون حسین کے انتقام کا  
 نعرہ اٹھانے لگا، اس نعرے پر بنی امیہ اور خلیفہ یزید پر نہیں لگایا گیا کہ  
 مختار خون حسین کے انتقام کا نعرہ بلند کیا گیا۔ ....

خون حسین کے انتقام کا یہ سیاسی نعرہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے  
 بعد اموی حکومت کی مخالفت میں موڑ دیا گیا اور پھر جس گروہ یا جس شخص

۱۔ سابق میں گزر چکا ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے شہادت حسین کے  
 بعد یزید کی حکومت کے خلاف آواز اٹھائی تھی اور قتل حسین کے سلسلہ میں اس پر کبیر کی تھی۔

نے بھی مسلمان حکومتوں میں خروج و بغاوت کے لیے کرباندگی اس نے  
 قبل حسین کے نعرہ کو ہی اپنا فتور بنایا، اس کے بعد ہی اس واقعہ سے  
 متعلق وہ تمام قصے اور کہانیاں گھڑی گئیں جو آج تک شیعہ اور سنی فرقوں  
 میں شہور ملی آ رہی ہیں، اگرچہ اہل سنت کے محقق علماء نے ہمیشہ ان گھڑے  
 ہوئے قصوں کا رد کیا ہے اور بہت سے اہل علم و تحقیق شیعہ عالموں نے  
 بھی ان قصوں کو جھوٹا اور من گھڑت بتایا ہے۔

بہر حال یہ ہے کہ بلا کی سچی اور تاریخی داستان ”داستان کربلا“ ۲۶ تا ۲۹

ہم اس کلی ہوئی افتراء پر ۱۰ ازی پر جس کو احمد حسین کمال ”سچی اور تاریخی داستان“  
 بتاتے ہیں اس کے سوا کیا کہہ سکتے ہیں کہ

اے کمال افسوس ہے، تجھ پر کمال افسوس ہے

بھلا اہل سنت کے محقق علماء میں سے کسی ایک عالم کا بھی نام لیا جاسکتا ہے جو  
 اس بات کا قائل ہو کہ قتل حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذمہ داری یزید کی ساموی حکومت  
 اور اس کے براہ مال و مال پر قائم نہیں ہوتی بلکہ آپ کے قاتل و مداخل وہ آپ کے ساتھ  
 کوئی رفقاء ہیں جو کہ منظر سے لے کر کربلا تک آپ کے ہمراہ تھے اور جنہوں نے آپ  
 ہی کی رفاقت میں میدان کربلا میں شہادت نوش کیا اور پھر آپ کی شہادت  
 کے ٹھیک چھ برس بعد آپ کے خوبی ناصی کی بھوٹی تہمت ناکردہ گناہ خلیفہ یزید اور  
 اس کی حکومت کے کارندوں کے سر تعویذ دی گئی اور پہلا شخص جس نے یہ تہمت  
 طرازی کی اور پھر اس کا غلط پروپیگنڈہ کیا وہ مختار ثقفی ہے، چنانچہ اس وقت سے لے کر  
 آج تک ساری امت مسلمہ ”مختار کذاب کے غلط پروپیگنڈہ سے متاثر ہو کر اسی غلط  
 فہمی میں مبتلا ہے کہ اصل قاتلوں کی بجائے یزید بے چارہ کو برا بھلا کہتی ملی آتی ہے، اس  
 جراثیم کے ساتھ غلط بیانی ہمارے نزدیک کسی مسلمان کا کام نہیں ہو سکتا، یہ الف

یلہ کی کہانی نہیں، سبط پیغمبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا بیان ہے اس میں افسانہ طرازی اور داستان گوئی، حد درجہ کی گستاخی اور خیرہ چٹپی ہے، ایسی نازیبا حرکت سناری اسلامی دنیا کی دل آزاری کا باعث ہے، اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو ان ناصیلوں کے شر سے محفوظ رکھے، آمین۔

**حضرت علیؓ و حسینؓ کی تختہ و توہین** (۱۷) داستان کربلا، مکتبی تہی قواعد کے مطابق ”داستان گو“

صاحب کو اپنی داستان واقعات کربلا پر ہی ختم کر دینا چاہیے تھی، مگر جس طرح کسی راضی سے موقع بے موقع خلفاء ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر تبرائیکے بغیر نہیں رہا جاتا، وہی حال ان کے معتمدی ناصیلوں کا بھی ہے کہ یہ بھی حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ اور آل رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام پر تبرائیکے بغیر نہیں رہ سکتے اور ”داستان گو“ صاحب ان ناصیلوں کے نقیب ٹھہرے، پھر بجلا وہ کیسے اس سے باز رہ سکتے تھے، اس لیے انہوں نے مادہ کربلا کا ”پس منظر“ بیان کرتے ہوئے حضرت علیؓ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تختہ و توہین میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی ہے اور دل کھول کر ان دونوں حضرات پر طعن و طنز کیا ہے۔ چنانچہ ”داستان گو“ کے الفاظ ہیں:

”ان شیعیان علی نے حضرت علیؓ کو کبھی اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت طلحہؓ و زبیرؓ سے ٹرایا کبھی حضرت معاذیہ اور حضرت عمر دین عاصؓ کے خلاف کھڑا کیا اور پھر خود یہ شیعیان حضرت علیؓ کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے، آپ پر کفر کا فتویٰ صادر کیا، ہزدان پر حضرت علیؓ کے خلاف جنگ کی، حتیٰ کہ چھپ کر ایک دن حضرت علیؓ پر قاتلانہ حملہ کیا، جس سے حضرت علیؓ کی موت واقع ہو گئی۔“

(”داستان کربلا“ ص ۱۲)

خاک بہن گستاخ کیا خوب گویا نو ذبا لہ حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ، خلیفہ راشد نہیں، علم نبوی کے حامل نہیں، فراست دینی سے بہرہ ور نہیں فقہی مسائل سے آشنا نہیں، محض نئے نادان تھے نہ کچھ سمجھ رکھتے تھے نہ شعور جو ان شیعوں کے کہنے میں اگر کبھی حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت طلحہ و حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے جالڑے اور کبھی ان کے بہکانے سے جناب معاویہ و عمر بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے غلات اٹھ کھڑے ہوئے اور ان اناصیوں کے بڑے بھائی خارجیوں کا کچھ ذکر نہیں، شاید دنیا میں ان کا وجود ہی نہ تھا، حضرت علیؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نہروان کے مقام یرجن لوگوں نے جنگ کی وہ خوارج نہیں بلکہ ان لو اصیب کہے پیش رو "شیعیان علی" تھے، جن کی تقلید میں "مجلس عثمانی" نے جھوٹ بونے پر کمر باندھ رکھی ہے اور حضرت علیؓ کرم اللہ تعالیٰ عنہ وجہ کا قاتل مدثر حنی بن لجم مرادی قطعاً خارجی نہ تھا، جیسا کہ اسلامی دنیا آج تک یاد رکھتی ملی آئی ہے جبکہ مجلس کے "داستان گو" کی سچی اور تاریخی داستان کے مطابق "شیعیان علی" کا ایک نسخہ تھا اشارہ اللہ کیا کہنے اس داستان گوئی کے، داستان ہو تو ایسی جو، کہ جس میں کہیں سچ کا شائبہ بھی نہ ملے۔

### ایک نئی دریافت (۱۸۵) اور سیلیہ کی اسٹی دریافت ہے

”در اصل یہ شیعیان علی، قاتلان عثمان کا ہی گروہ تھا جو حضرت علیؓ کے گرد جمع ہو گیا تھا، آپ کو خلیفہ بنایا اور خلافت کا مرکز مدینہ سے منتقل کرا کر کوفہ لے آیا اور سبائے اس کے کہ حضرت علیؓ کی خلافت کو مستحکم بننے دیتا، انھیں کبھی حضرت عائشہؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ سے لڑا ڈالا اور کبھی صفین کے مقام پر حضرت معاویہؓ سے جالڑایا، جب حضرت علیؓ نے چاہا کہ صلح صفین کے ساتھ معاملات طے ہو جائیں، تو ان شیعیان علیؓ نے اپنے بنائے ہوئے فلیفہ حضرت علیؓ کے خلاف بغاوت کردی اور بالآخر سازش کر کے ایک



دن حضرت علیؓ پر قاتلانہ حملہ کیا جس سے آپ جان برباد ہو سکے۔

(داستان کربلا ص ۱۵)

(ا) معلوم ہوا، خاک بہن گستاخ (و نعوذ باللہ من هذا الخرافات) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہؓ ان شیعیان علی کے اپنے بنائے ہوئے خلیفہ ہیں ”کسی مسلمان نے ان سے خلافت کی بیعت ہی نہیں کی، لہذا تمام مسلمانوں کو چاہیے کہ ”مجلس عثمان غنی“ کے نامہ جلیوں کی طرح وہ بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خلیفہ برحق ماننے سے انکار کریں۔“ داستان گو، صاحب نے اپنی داستان میں یہ وضاحت نہ کی کہ خود حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہؓ کس عقیدہ کے حامل تھے۔ اہل سنت کے عقائد رکھتے تھے یا اہل تشیع کے، جہاں انہوں نے تاریخی اساطیر سے ڈھونڈ ڈھونڈ کر ان کی خلافت کے بارے میں یہ ضرر دہ و کمزورات جمع کی تھیں، وہاں اگر وہ دو حرف اس سلسلہ میں بھی سپرد قلم فرمادیتے تو ان کا کیا بگڑ جاتا، امت کو ایک اور نئی بات معلوم ہو جاتی اور خود حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی شخصیت کے بارے میں بھی ان نامہ جلیوں کا لفظ نظر واضح ہو جاتا۔

(ب) یہ بھی سہ جہلا کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کوئی با اختیار خلیفہ نہ تھے بلکہ شیعیان علی کے ہاتھوں میں جو دراصل اٹلان عثمان تھے بالکل بے بس تھے مگر اس کے باوجود اقتدار سے چپٹے ہوئے تھے، انہوں نے خلافت کا مرکز مدینہ سے نقل کر لیا اور یہ مدینہ چھوڑ کر کوفہ چلے آئے، حرم نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو خیر باد کہہ دیا اور ذرا خیال نہ آیا کہ کیا کر رہے ہیں، یہ ”شیعیان علی قاتلان عثمان“ جب پاہتے جس سے پاہتے تھے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہؓ کو جا لڑاتے تھے اور حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ ہر وقت لڑنے کو مجبور دہتے تھے کبھی انکار ہی نہیں کیا، جب ان لوگوں نے حضرت عائشہ، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے لڑنے کو کہا ان سے لڑنے پہنچ گئے اور جب ”صفین“ میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لڑائی کو کہا تو

وہاں آکر لٹنے لگے، گویا با اختیار خلیفہ نہیں بلکہ ان ”شیعیان علی قاتلان عثمان“ کے ہاتھوں کھٹھنلی بنے ہوئے تھے، (معاذ اللہ من ہذا کاذب)

(ج) یہ بات بھی واضح ہوئی کہ اخیر زندگی میں حضرت مدوح نے چاہا بھی کہ صلح صفائی کے ساتھ معاملات طے ہو جائیں تو ان ”شیعیان علی“ نے اپنے بنائے ہوئے خلیفہ حضرت علی کے غلات لغات کر دی اور بالآخر سازش کر کے ایک دن حضرت علی پر قاتلانہ حملہ کیا جس سے آپ جان برباد ہو سکے ”خوارج“ کا اس سلسلہ میں کوئی ذکر نہیں کیونکہ وہ اراکین ”مجلس عثمان غنی“ کے بڑے بھائی تھے۔ یہ ناہنجی تو صرف حضرت مدوح کی تحقیق و تجسس پر قناعت کرتے ہیں اور وہ ان سے دو قدم آگے نعوذ باللہ حضرت کی تکفیر کے مرتکب تھے۔ لہذا ”مجلس عثمان غنی“ کا فرض ہے کہ اپنے ان محبوب و محترم بھائیوں کی جتنی بھی پردہ پوشی کی جاسکے کرے، کیونکہ ان کا نام لینے سے اندیشہ ہے کہ مسلمان ان کے بزرگوں کی توہین کریں گے۔

ملاحظہ فرمایا آپ نے ”مجلس عثمان غنی“ کے یہ بد باطن ناہنجی کس کس طرح سے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ پر تبراکرے ہیں اور بہت سے سادہ لوح مسلمان اس کو بھی شیعوں کی تردید ہی سمجھتے ہیں، حالانکہ یہ شیعوں کی تردید نہیں حضرت علی و حضرات حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اپنے بغض و عناد کا اظہار ہے۔

### حضرت حسن کے بارے میں استنان سرانی

(۱۹) اب حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ”داستان گو“ صاحب نے جو داستان سرانی کی ہے وہ ملاحظہ ہو۔ لکھتے ہیں۔

”حضرت علیؑ کے بعد ان شیعیان نے حضرت علیؑ کے بڑے صاحبزادے حضرت حسنؑ کو ان کا جائزین خلیفہ بنا کر، باپ کے بعد بیٹے کی ولی عہدی کی رسم قائم کی، پھر اس گروہ نے حضرت حسنؑ کے ساتھ بھی سرکشی شروع کر دی، آپ کی امانت کی، آپ کو زخمی کیا، آپ کا سامان لوٹا، جسم پر سے کپڑے تک لوچ کر

اتالیے حتیٰ کہ گھر میں عورتوں کے سامان و لباس تک پر دست درازیاں کیں ،  
 بالآخر حضرت حسن نے یہی مناسب سمجھا کہ ان "قاتلانِ عثمان" سے جو شیعیانِ علیؑ  
 بن کر ہماری آڑ میں اپنا تحفظ بھی کر رہے ہیں ، ہمیں ہمارے بھائیوں اور بزرگوں  
 سے لڑنے میں بھی لگے ہوئے ہیں اور جب چاہتے ہیں ہمارے ساتھ بھی بدسلوکی  
 اور شرارت سے باز نہیں آتے چس نبجات حاصل کی جائے اور حضرت معاویہؓ  
 کے ہاتھ پر بیعت کر کے انھیں مسلمان امت کا متفقہ خلیفہ بنا دیا جائے تاکہ  
 "قاتلانِ عثمان" کو کیفرِ کربلا تک پہنچائیں اور ان کی شرائیکریوں سے امت  
 کو بچائیں ۔ (دہستان کر بلا ص ۱۴۱)

حضرت علیؑ کے بعد یہ ہی سلوک ان شیعیان نے حضرت حسنؑ کے ساتھ  
 کیا ، پہلے آپ کو اپنے والد حضرت علیؑ کا جانشین بنا کر آپ کے ہاتھ پر بیعت  
 کی ، پھر کچھ دن بعد آپ کی قومین کی ، آپ پر حملہ کیا ، آپ کی ران زخمی کر دی  
 اور آپ کا سامان لوٹ لیا ، چنانچہ حضرت حسنؑ نے ان کے اس طرزِ عمل سے  
 بدول و دایوس اور ہزار ہو کر اپنے نانا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے  
 برابر نسبتی کا تب و وحی حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر حسین  
 اور اپنے تمام اہل خانہ کی بیعت کر لی ۔ (دہستان کر بلا ص ۱۴۲)

معلوم ہوا حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ کی طرح حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے  
 بھی خلافت کی بیعت کرنے والے یہی "قاتلانِ عثمان شیعیان علیؑ" ہیں ، لہذا مسلمانوں کو چاہیے  
 کہ وہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح ان کے صاحبزادے حضرت حسن رضی اللہ  
 تعالیٰ عنہ کو بھی خلیفہ راشد ماننے سے انکار کر دیں ، اہل سنت خواہ مخواہ آج تک ان دونوں  
 حضرات کو خلیفہ راشد ماننے چلے آتے ہیں ۔

تیز جس طرح ان "قاتلانِ عثمان شیعیان علیؑ" نے لہو و با لہو دروغ برگردن گستاخ

حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ کو کھلوانا بنا رکھا تھا کہ جس سے چاہتے تھے جب چاہتے تھے حضرت کو لڑا دیتے تھے اور حضرت بلاتامل لڑنے لے چلے جاتے تھے، اسی طرح انہوں نے حضرت حسنؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی اپنا آلہ کار بنانا چاہا۔ مگر صاحبزادے باپ سے زیادہ ذہین نکلے اور معاملہ کی تک جلد ہی پہنچ گئے، لہذا ان سے نجات حاصل کر لے کی بس ایک یہی راہ سمجھیں آئی کہ

”حضرت معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت کر کے انھیں مسلمانوں کا متفقہ خلیفہ بنا دیا جائے تاکہ وہ قاتلان عثمان کو کفر کو دار تک پہنچائیں اور ان کی شرانگیزیوں سے امت کو بچائیں“

۵۔ خط فرمایا آپ نے حضرت علیؓ مرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ اور ان کے اجزاء حضرت حسنؓ مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بے بسی اور مجبوری کا اس ناصبی ”داستان گو“ نے کیا سماں بانڈھا ہے۔ واقعی ڈاکٹر صاحب نے داستان گوئی کا حتی ادا کر دیا، کیا مجال جو کوئی سچی بات درمیان میں آنے پائے، اپنے بزرگ و محترم خارجیوں کے جرائم کو بھی جن کی معنوی ذریت یہ ناصبی صاحبان ہیں ان ”قاتلان عثمان شیعان علی“ ہی کے نامہ اعمال میں درج کر دیا، ان خارجیوں نے اگر حضرت علیؓ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو شہید اور حضرت حسنؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زخمی کیا تھا، تو کیا حضرت معاویہؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زخمی نہیں کیا تھا؟ کیا وہ ان کی زد سے بچ گئے تھے؟ پھر ان کا ذکر کیوں نہ کیا؟

**حضرت حسینؓ کی تکفیر** (۲۰۱) بہر حال ”داستان گو“ صاحب یہ یاد رکھنا چاہتے ہیں کہ حضرت حسینؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

اس صورت حال سے کوئی سبق حاصل نہ کیا اور ”قاتلان عثمان“ کے درغللے میں آکر ناحق اپنی جان گوانی، جس کی تفصیل ”داستان گو“ صاحب کے الفاظ میں یہ ہے

”حضرت حسینؓ جب شہید ہوئے تو ان کی عمر ۵۵ سال سے تجاوز کر چکی تھی

جوانی کا عہد گزر گیا تھا اور بڑھاپا اچکا تھا، حضرت حسین اس فداکار سلوک کو اچھی طرح دیکھ چکے تھے جو شیعان علی نے ان کے والد حضرت علیؑ ساتھ کیا تھا۔۔۔۔۔ حضرت علی کے بعد یہی سلوک ان شیعان نے حضرت حسنؑ کے ساتھ کیا تھا۔ (ص ۱۲، ۱۳) حضرت علی کے بڑے صاحبزادے حضرت حسن ان تمام حالات کو شروع سے دیکھتے چلے آ رہے تھے، قاتلین عثمان کے ارادوں سے واقف ہو چکے تھے (ص ۱۷) قاتلین عثمان کے گروہ کے غرض سے جو اپنے آپ کو "شیعان علی" کہتے تھے، آپ نے خود کو اور اپنے اہل خانہ کو نکالا اور مدینہ منورہ جا کر قیام پذیر ہو گئے۔ (ص ۱۹) لیکن قاتلین عثمان مایوس نہیں ہوئے اور حضرت علی کے اہل خاندان و بنی ہاشم کی نئی نسل کو خلافت کے مسئلہ پر اکسانے کی کوشش کرتے رہے۔ حضرت معاویہؓ نے یہ محسوس کر کے کہ ان کے بعد خلافت کے حوالے پر مسلمانوں کے درمیان پھر کوئی نزاع نہ اٹھ کھڑا ہو، اپنی وفات سے پیشتر..... اپنے بیٹے یزید کے لیے بانی شیعہ کی بیعت عام لے لی۔ اس دوران کوفہ میں رہنے والے "قاتلین عثمان" کے گروہ کے افراد نے حضرت حسینؑ سے خفیہ ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رکھا، حضرت حسنؑ فوت ہو چکے تھے اور یہ لوگ آ کر حضرت حسینؑ کو متاثر کرنے کی کوشش کرتے رہے (ص ۲۱، ۲۰)

سلسلہ میں حضرت معاویہؓ کی وفات ہو گئی آپ کے بعد امیر فرید بانی شیعہ ہوئے اور خلافت کی بیعت شروع ہوئی (ص ۲۲) کوفہ کے شیعان علی کو جب یہ معلوم ہوا کہ حسینؑ، یزید کی بیعت کے بغیر مدینہ سے مکہ آ گئے ہیں تو انھوں نے اس مضمون کا خط حضرت حسینؑ کو لکھ بھیجا کہ آپ کوفہ آئیں، ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کریں گے (ص ۲۳) حضرت حسینؑ کا قتل ان

کوفیوں نے کیا جو آپ کو کو سے لے کر آئے تھے (ص ۲۴)

غرض جناب ”داستان گو“ صاحب کے بیان کے مطابق حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ نے بڑھا پنے کی عمر کو پہنچ جانے پر بھی سب کچھ دیکھنے اور جاننے کے باوجود ان قاتلان عثمان کے دو غلاموں میں آکر اپنے والد بزرگوار کی طرح طلب خلافت میں جان دے دی اور کچھ حاصل نہ ہوا۔ اگر وہ بھی اپنے برادر بزرگوار کی طرح ”قاتلین عثمان“ کے گروہ کے زعم سے اپنے آپ کو اور اپنے اہل بیت کو نکال کر یزید کی بیعت کر لیتے تو کیا اچھا ہوتا۔ یہ ہے وہ تاثر جو ”داستان گو“ صاحب مسلمانوں کو ”داستان کر بلا“ لکھ کر دینا چاہتے ہیں

قاتلان عثمان کے بارے میں ضرور می تحقیق (۶۱) یہ بات اچھی طرح

ذہن میں رکھنا چاہیے کہ

”داستان گو“ صاحب بار بار ”قاتلان عثمان“ اور ”شیطان علی“ کے الفاظ کی تکرار اس لیے کرتے ہیں تاکہ اہل سنت کے جذبات بھر کا کر وہ اپنا اتو سیدھا کریں۔ یاد رہے وہ ہر جگہ علی کے ذریعہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں غلط تاثر قائم کرنے کی فکر میں لگے رہتے ہیں، ایک جگہ لکھتے ہیں

”خلیفہ ثالث حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی المناک شہادت کے

سامنے امت مسلمہ کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا تھا، ایک حصہ ان مسلمانوں

پر مشتمل تھا جو حضرت عثمان کے قاتلوں کو گرفتار کر کے کیفر کر دیا تک پہنچانا

چاہتا تھا اور دوسرا حصہ ان مسلمانوں کا تھا جن میں قاتلین عثمان مل جل گئے

تھے اور انھیں مسلمانوں کے پہلے گروہ سے لڑاتے رہنے کی کاروائیوں میں

مصرفوف تھے، حضرت معاویہؓ اور حضرت علیؓ کے درمیان جنگوں کی اصل وجہ

یہی تھی“ ”داستان کر بلا“ ص ۱۶، ۱۷

”داستان گو“ کے اس فریب کو سمجھنے کے لیے اولاً ”قاتلان عثمان“ کے معاملہ پر غور

کہتے، قاتلانِ عثمان کے سلسلے میں اصل متبع طلب یہ امر ہے کہ واقع میں ”قاتلانِ عثمان“ ہیں کون؟ کیا وہ چند شرپند جو اس پاس کے مکانات کی دیواروں سے کود کر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان میں داخل ہو گئے تھے اور جنہوں نے اس فعلِ شیع کا ارتکاب کیا تھا؟ یا وہ سب مظاہرین جو آپ سے مسندِ خلافت سے کنارہ کش ہونے کا مطالبہ کر رہے تھے ظاہر ہے کہ شرعاً اور قانوناً آپ کے قتل کے مجرم وہی اشخاص ہیں جو براہِ راست اس فعلِ شیع کے مرتکب ہونے خود آپ پر حملہ آور ہوئے یا آپ پر حملہ کرنے میں مدد کی، ایسے لوگوں کی تعداد خود ”داستان گو“ صاحب کے بیان کے مطابق پانچ افراد سے زیادہ نہیں، جن کو وہ شیعوں کی ضد میں ”پنج تن“ کہہ کر پکارتے ہیں، ان پانچوں قاتلوں کے نام ”داستان گو“ صاحب نے یہ لکھے ہیں۔

(۱) محمد بن ابی بکر

(۲) گنائہ بن بشر

(۳) غافقی

(۴) عمرو بن حق

(۵) سودان بن حمران

بعد کو ”داستان گو“ صاحب نے کثوم بن نجیب نامی ایک شخص کو بھی قاتل لکھا ہے لیکن یہ نہیں بتایا کہ وہ کس کا قاتل تھا۔ اگر اس کو بھی وہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قاتل قرار دیتے ہیں تو ان کی ”پنجتن“ کی پھٹی غلط ہو جائے گی کیوں کہ اب قاتل ”پنجتن“ کی بجائے ”شش تن“ بن جائیں گے۔ بہر حال ان نامزدگان میں حضرت عمرو بن حق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نے غلط جو ”داستان گو“ صاحب کا مجلسِ عثمانِ غنی“ سے شائع کردہ بیڑا کتا پچھ ”حضرت

(ص ۸۰۷)

عثمان غنی کی شہادت کیوں اور کیسے؟“

تو صحابی ہیں اور معتقین محدثین کی تصریح کے مطابق کسی صحابی رسول کی شرکت قتل عثمان میں ثابت نہیں۔ اسی طرح محمد بن ابی بکر صدیق کے متعلق بھی صحیح یہی ہے کہ وہ قتل کے ارتکاب میں شریک نہ تھے۔ انھوں نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دارِ حمی غر در پکڑی تھی، لیکن جب حضرت مدوح نے یہ فرمایا کہ بھتیجے! اگر تمہارے باپ زندہ ہوتے تو ان کو یہ حرکت پسند نہ آتی یہ جملہ سننے کے ساتھ ہی وہ شرما کر چپے ہٹ گئے اور دوسرے لوگوں کو بھی آپ پر دست درازی سے روکنے کی کوشش کی، لیکن کچھ بن نہ پڑا، یہ عجیب بات ہے کہ یہ نامی اپنے امام زید اور مردان کو تو ہر طرح بچانے کی کوشش کرتے ہیں اور ان کے خلاف جو کچھ تاریخ اسلام میں مذکور ہے اس کو سبائیوں کی ہوائی باتیں بتاتے ہیں مگر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے محمد بن ابی بکرؓ کو قتل حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں شریک بنانے کے درپلے ہیں صرف اس لیے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے پاک تھے اور شیعہ بھی ان کو اپنا ہیرو مانتے ہیں اور ان پر ”قتل عثمان“ کی غلط تہمت جوڑتے ہیں، جو خلاف واقع ہے، نا صبیوں کو چاہیے کہ جس طرح وہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا برا درستی ہونے کی وجہ سے ”خال المؤمنین“ کہتے ہیں اسی دشتہ سے ان کو بھی ”خال المؤمنین“ کہا کریں اور ان کا ادب کیا کریں کیونکہ وہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند ابجد اور حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھائی تھے۔

سودان بن حمران اور کثوم تمیمی دونوں موقع پر ہی حسب تصریح حافظ ابن کثیر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلاموں کے ہاتھوں مارے گئے۔ اب صرف نافتی اور کنان بن بشر دو شخص رہ جاتے ہیں جو موقع واردات سے کسی طرح فرار ہو گئے تھے



بعد کو یہ بھی قتل ہوئے پنا سچہ ابن جریر طبری نے بعض سلف سے نقل کیا ہے کہ قاتلین عثمان میں سے کوئی شخص بھی قتل ہونے سے نہ بچ سکا۔

امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ جب مدائن آئے خلافت ہوئے تو آپ نے سب سے پہلا کام جو کیا وہ اسی واقعہ کی تحقیق تھی، لیکن وقت یہ تھی کہ نہ تو اولیائے مقتول میں سے کسی نے اس وقت دربار خلافت میں استغاثہ دائر کیا اور نہ قاتلین میں سے کوئی موجود تھا، نہ قتل کی عینی شہادت کسی کے خلاف فراہم ہو سکی، اب کاروائی کی جاتی تو کس کے خلاف کی جاتی، علامہ ابن تیمیہ نے بھی اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ

علیؑ کان معذوداً فی ترک قتلہ - حضرت علی قاتلین عثمان کو قتل نہ  
عثمان لان شروط کرنے میں معذور تھے کیوں کہ  
الاستبعاد لہم لوجود قصاص لینے کے لیے جو شرائط

(منہاج السنہ ص ۱۲۹ ج ۳) ضروری ہیں وہ موجود ہی نہ تھیں

ظاہر ہے کہ جب اصل قاتلوں کا پتہ ہی نہ چل سکا تو پھر قصاص کس سے لیا جائے یہ بات تو ہوئی ان لوگوں کے متعلق جو براہ راست اس فعل شنیع کے مرتکب ہوئے تھے اب رہے وہ مظاہرین جنہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حویلی کا محاصرہ کیا تھا۔ ان کی حیثیت ماعنی سے زیادہ نہ تھی "داستان گوٹ" نے بھی اپنے پہلے کتابچہ "حضرت عثمان غنی کی شہادت کیوں اور کیسے" میں جگہ جگہ ان کو باغی لکھا ہے، باغیوں کے بارے میں فقہ اسلامی کا فیصلہ یہ ہے کہ بغاوت سے باز آ جانے کے بعد ان کو بغاوت کی پاداش میں سزا نہیں دی جائے گی، نیز آغاز بغاوت میں بھی جب تک وہ لوگوں کی جان و مالی سے تعرض نہ کریں ان کو زبانی فیمائش ہی کی جائے گی۔ سمجھایا جائے گا، ان کے شبہ کے ازالہ

کی کوشش کی جائے گی تاکہ وہ فساد و بے نفاوت سے باز آجائیں، ہاں اگر وہ زبانی ہمائش سے باز نہ آئے اور انہوں نے خوں ریزی میں پیش دستی کی یا باضابطہ لشکر کشی کر کے لڑنے کو موجود ہو گئے، تو پھر ان سے قتال واجب ہے اب حضرت عثمان و حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں خلفاء راشدین کے طرز عمل پر نظر ڈال لیجئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بین محاصرہ کے وقت بھی باغیوں کو زبانی ہمائش ہی پر اکتفا کی اور ہر طرح ان کے شبہات کے انالہ کے کوشش فرمائی۔ کیونکہ اس وقت تک ان کا معاملہ خلیفہ وقت کے خلاف مظاہرہ سے آگے نہ بڑھا تھا۔ اخیر میں چند شر پسند جنگی تعداد چار پانچ افراد سے زیادہ نہ تھی، اچانک اشتعال میں آ گئے وہ چودوں کی طرح پڑوس کی دیوار سے آپ کی حویلی کی چھت پر کودے اور بالا خانہ میں اتر کر آپ کو شہید کر ڈالا، ان میں کچھ عین وقت پر مارے گئے، کچھ موقع پا کر رات کے اندھیرے میں فرار ہو گئے بعد ازاں جب حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے مدینہ کے تمام ہاجرین و انصار نے خلافت کی بیعت کی تو ان مظاہرین نے بھی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت کر کے آپ کی اطاعت اختیار کر لی، بغاوت فرو ہو جانے کے بعد اب ان باغیوں سے باز پرس کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا فقہاء نے تصریح کی ہے۔

توبة الباعی بمنزلة الاسلام من الحربی فی افادة العصمة والحرمة .  
 جان و مال کی حفاظت اور ان کے اضرار کے سلسلہ میں باغی کے توبہ کر لینے اور حربی کافر کے اسلام ملے آنے کا ایک ہی حکم ہے و کاب  
 (البحر الرائق شرح کنز  
 قانون، باب البغاة)  
 دو لوں کی جان اور مال سے کوئی تعرض نہیں کیا جائے گا،

پھر حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ، کو ان باغیوں نے امام نہیں بنایا تھا، بلکہ حضرت ہاجرین و انصار نے آپ کو خلافت کے لیے منتخب فرمایا تھا اور آپ کا انتخاب حق خلافت

تو درحقیقت اسی روز متعین ہو گیا تھا جس روز حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا انعقاد ہوا، کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب اپنی وفات کے وقت خلافت کا مسئلہ چھ حضرات میں دائر کر دیا تھا اور ان حضرات نے حضرت عثمان و حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان دو حضرات کو اس کیلئے نامزد کیا، پھر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت ہوئی تو صاف معلوم ہو گیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عدم موجودگی میں حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ اس منصب جلیلہ کے لیے سب حضرات کی نظروں میں متعین ہیں، لہذا جس اجماع کے ذریعہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلافت کے لیے متعین ہوئے اسی اجماع نے اس منصب کے لیے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو متعین کیا، یہی وجہ ہے کہ جیسے ہی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس عہدہ جلیلہ کو قبول کرنے کے لیے اپنی رضامندی ظاہر کی، مدینہ طیبہ کی آبادی آپ سے بیعت کرنے کے لیے ٹوٹ پڑی، چنانچہ امام ابن خزم ظاہری "الفصل فی الملل والاہور والنحل" میں فرماتے ہیں۔

ان علیاً رضی اللہ تعالیٰ عنہ لما ادعی الی  
نفسہ بعد قتل عثمان رضی اللہ تعالیٰ  
عنہ سارعت طوائف المهاجرین  
والانصار الی بیعتہ۔

(ج ۳- ص ۱۰، ۱۱)

اور پھر آپ سے بیعت کرنے کے بعد ان حضرات ہاجرین و انصار نے جس جان نثاری کا ثبوت دیا اس کا اظہار امام موصوف نے ان الفاظ میں کیا ہے

اذ دعا الی نفسه فقامت  
مئة طوائف من المسلمین  
جیسے ہی جناب علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے  
اپنی طرف دعوت دی مسلمانوں کی بڑی

عظيمة و بذلوا دماءهم  
دوئلہ، درآدہ حیثیہ صاحب  
الامر والادلی بالحق  
ممن نازعه۔  
(ج ۴ ص ۹۷)

اور آگے چل کر لکھتے ہیں

الذين بايعوه بعد ذلك اذ صار  
الحق حقه، وقتلوا انفسهم  
دوئلہ۔ (ج ۴ ص ۱۰۱)  
وہ حضرات جنہوں نے شہادت عثمان کے بعد آپ  
سے بیعت کی جبکہ خلافت آپ ہی کا حق تھا اور  
پھر آپ کے لیے اپنی جانیں قربان کر دیں  
یہی حضرات ہاجرین والصار حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے رفقا و جان نثار تھے  
جن کو یہ ناصبی "شیعان علی" اور "تائبین عثمان" کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

### شیعہ مخلصین کون ہیں

(۲۲) رہا "شیعان علی"، کا مسئلہ تو واضح رہے کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ  
وجہہ کے شیعہ مخلصین یہی حضرات اہل السنۃ والجماعہ ہیں، یہی آپ کو خلیفہ راشد مانتے  
ہیں یہی آپ کی نسبت روحانی اور آپ کے علم کے حامل ہیں غور فرمائیے، تصوف اسلامی  
کے اکثر مشیر سلسلے حضرت مجددی کی طرف مشرب ہیں، فقہ حنفی کا دار و مدار زیادہ  
تر حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے فنادی پر ہی ہے  
اہل سنت کی کتب احادیث میں تمام فلفعا، لاشدین سے فیادہ آپ کی مرویات ہیں۔  
غلاۃ شیعہ تفسیر یہ، اسماعیلیہ، اشاعریہ اور زیدیہ جو اپنے آپ کو "شیعان علی" کہتے ہیں  
معض غلط ہے، ان لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے استفادہ کیا، نہ  
آپ کی تعلیم کو محفوظ رکھا اور نہ یہ آپ کی نسبت کے حامل ہیں نہ ان کا حضرت موصوف  
سے کوئی تعلق تاریخ میں ثابت ہے اس سلسلہ میں مزید تفصیل کی ضرورت ہو تو تنق

اثنا عشریہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی سے مراجعت کرنی چاہیے تاکہ حقیقت حال معلوم ہو جائے۔

اس میں شک نہیں کہ شیعوں کے تینوں فرقے غالی جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو لغو و باطلہ خدا مانتے ہیں، رافضی تبرائی جو حضرات شیعین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو فاسق و منافق سمجھ کر ان پر سب و شتم کرتے ہیں اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امام معصوم سمجھتے ہیں اور یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کی صاف تصریح کر دی تھی اور فضیلی جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے افضل مانتے ہیں ان تینوں فرقوں کا آپ کے زمانہ خلافت میں ظہور ہو چکا تھا، جس طرح کہ خارج بھی جو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو کافر سمجھتے ہیں اسی دور میں پیدا ہوئے تھے اور نو اصحاب بھی جن کا کام صرف حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ عنہ وجہ اور آپ کے خاندان سے عداوت کا اظہار ہے، لیکن امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ عنہ وجہ نے ان سب گمراہ فرقوں کے ساتھ کیا معاملہ کیا وہ علامہ شیخ ابن

شاہ ملاحظہ ہو عند اثنا عشریہ (دس) اور اثنی عشریہ پر فرماتے ہیں

شیعہ جعفری رضی اللہ عنہ اہل سنت و جماعت اندک بروش آنجناب سرورند و ما کے جزیستند و ہر یکے بہ نیکی یاہوی کنند و در عقائد و اعمال اتباع قرآن و حدیث و سیرت آنجناب مینمایند۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حقیقی شیعہ تو اہل سنت و جماعت ہی ہیں کہ ان ہی کی روش پر چلتے ہیں اور کسی کے ساتھ ہرگز نہیں سب کو نیکی کیا تو یہ دیکھ کر کہ یہ اتباع قرآن و حدیث کی اتباع کرتے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے طریقے پر چلتے ہیں واضح رہے کہ شیعہ کے معنی گمراہ نہیں، اس لیے شیعہ علی کہہ منی ہوئے حضرت علی کی جماعت اور ظاہر ہے کہ یہ صفت حضرات اہل سنت کی ہے ذکر و افتاء کی ان کو شیعیان علی کہنا زیادہ ہی ہے جیسے جہاں کہہ کو مومن کہنا یا خاک و ب کو حلال غور۔

تیمہ کی زبان سے سنئے۔

وقد عاقب علی بن ابی طالب طوائف الشیعة الثلاثة، فانه حرق النایة الذین اعتقدوا الاهیة بالتار، وطلب قتل ابن سبار لما بلنه، انه یسب ابابکر و عمر فهرب منه، ودوی عنه انه قال لا اوتی باحد یفغنی علی ابی بکر و عمر الا جلدته حد المفتری. وقد تواتر عنه انه قال خیر هذه الامة بعد نبیها ابوبکر ثم عمر، ولهذا كان اصحاب الشیعة متفقین علی تفصیل ابی بکر و عمر علیہ۔

حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سلفہ شیعوں کی انی تینوں پارٹیوں کو منہادی چنانچہ غالی پارٹی کو جو آپ کی "کوبیت" کی قائل تھی نند آتش کیا، اور ابن سبار کے بارے میں حبس آپ کو معلوم ہوا کہ وہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو گالیاں دیتا ہے تو آپ نے اس کو قتل کرنے کے لیے طلب فرمایا، لیکن وہ فرار ہو گیا اور آپ سے مروی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا جو کوئی شخص بھی میرے سامنے اس خیال کا پیش کیا گیا کہ وہ مجھے ابوبکر و عمر فضیلت دیتا ہو تو میں اس کو منہادی کی حد (اشی کوڑے)، ٹھانوں گا اور یہ روایت تو آپ سے تواتر ثابت ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا "اس امت میں نبی کے بعد سب سے بہتر ابوبکر ہیں اور پھر عمر" اسی لیے آپ کے شیعہ اصحاب (مخلص رفقاء یعنی اہل سنت) اس امر پر متفق ہیں کہ حضرت ابوبکر و عمر حضرت علی سے افضل تھے۔

(فتویٰ ابن تیمہ ص ۹۴)

۱۔ واضح رہے کہ ڈاکٹر صلاح الدین نجد نے ابن تیمہ کے اس فتویٰ کو جو تلمیذی شکل میں محفوظ تھا، الجمع المحکم دمشق کے شمارہ ج ۳۸، جزئیات و بالغین تصحیح کے ساتھ شائع کیا تھا جس کا اصل سن ۱۰۷۸ اور ترجمہ ابن تیمہ ایکذمی کراچی نے ۱۹۶۵ء میں "یزید بن معاویہ از ابن تیمہ" کے نام سے شائع کیا ہے۔ اس فتویٰ کے مترجم جناب ڈاکٹر جمیل احمد صاحب صد شجرہ عربی کراچی یونیورسٹی ہیں۔

اور خوارج کے بارے میں لکھتے ہیں۔

فلما قتل عثمان و تفرق الناس  
 ظهر اهل البدع و الفجور، و  
 حينئذ ظهرت الخوارج فكفروا  
 علي بن ابي طالب و عثمان بن  
 عفان و من والا هما حتى  
 قاتلهم امير المؤمنين علي بن  
 ابي طالب طاعة لله ورسوله  
 و جهادا في سبيله و اتفق الصحابة  
 على قتلهم لم يختلفوا في ذلك  
 كما اختلفوا في الجمل و صفين۔  
 اس بارے میں ان میں باہم کوئی اختلاف نہ تھا۔  
 (ص ۲۸)

بہر حال حضرت امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ یا حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے تجھے بھی سیاسی یا غیر سیاسی اقدامات کیے ان میں ان نام نہاد شیطان علی کا کوئی دخل نہ تھا، ان سب حضرات کے اصل فدائی اور جان نثار اور ان کی اتمی عظمت و قدر کرنے والے اور ان سے صحیح تحمت و لے ہمیشہ سے حضرات اہل السنۃ والجماعۃ چلے آتے ہیں اور وہی ان کے اصل پیرو ہیں، ناصیلوں کو تو ان حضرات سے بغض ہو اور ان نام نہاد ”شیطان علی“ کو ان کی محبت میں وہ غلو ہے جس کی شرعیت اجانت نہیں دیتی، ناصبی اور رافضی دونوں جاوہ حق سے دور ہیں۔ اصل صراطِ مستقیم بر حضرات اہل السنۃ والجماعۃ ہیں غرض یہ بات خوب یاد رکھیے اور داستان گو کے بار بار تالان عثمان اور شیطان علی کے الفاظ کی رٹ لگانے سے بالکل دھوکہ نہ کھائیے، اس

کا مقصد ان الفاظ کے بار بار دہرانے سے سوائے ابلہ فربہ کے اور کچھ نہیں ہے۔

باقی ”داستان گو“ صاحب نے جو بار بار تکرار کی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ”ان شیعا بن علی“ نے کبھی حضرت عائشہ، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر سے لڑوا ڈالا اور کبھی صفین کے مقام پر حضرت معادیہ سے جا لڑایا سو محض لغو ہے، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگیں بغاوت کو فرو کرنے کے لیے کی تھیں وہ امام اللہ تھے انہوں نے جو جہاد کیا ہے، کتاب وسنت کی روشنی میں کیا ہے، حضرت طلحہ حضرت

زبیر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم کو غلط فہمی ہوئی، چنانچہ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جیسے ہی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قائل کیا انہوں نے اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور اسی وقت میدان مصاف سے اپنی گھوڑے کی باگ موڑ دی اور لشکر سے نکل کر چل دیے، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے جو ان کو جاتے دیکھا تو یہ بھی فوراً میدان جنگ سے ہٹنے لگے، لیکن مروان نے ان کو جاتے دیکھ کر ان کے گھٹنے میں ایسا تیر مارا کہ ان کا کام تمام ہو گیا، تاہم ان میں ابھی زندگی کی رمت باقی تھی کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک لشکر کی کھ باتھ پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بیعت کر کے اپنی جان جانی آفرین کے سپرد کر دی، رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تو جنگ جمل میں اپنے شریک ہو جانے پر اس قدر رویا کرتی تھیں کہ آپ کا دوپٹہ تر ہو جانا تھا، یہ سب باتیں کتب احادیث میں مہرچ ہیں، صفین میں جو لوگ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مقابل ہوئے ان کے بارے میں احادیث متواترہ میں: ”فمن باغیۃ“ کے الفاظ آتے ہیں، جس کے معنی باغی جماعت کے ہیں، غرض جن لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف بغاوت کی وہ یا تو غلط فہمی کی وجہ سے کی جیسے کہ اہل حل تھے یا پھر ان سے والہ یا نادانانہ طور پر غلطی ہوئی جیسے کہ ”بغاة شام“ بہر حال حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی تمام جنگوں میں برسرِ حق تھے اور ان کے مخالفین خطا پر، پھر اس میں یہ تاثر دینا کہ حضرت



علی کرم اللہ وجہہؓ اپنے شیعیان کے ہاتھ میں کھلونا بنے ہوئے تھے، ناصبیوں کی محض کواں ہے۔ مافظ ابن تیمیہ، منہاج السنہ میں لکھتے ہیں۔

ولو قدح رجل فی علی بن ابی طالب  
بائتة قاتل معاویة واصحابه و  
قاتل طلحة والترید لقیل لہ علی  
بن ابی طالب افضل و اولی  
بالعلم والعدل من الذین  
قاتلوه فلا يجوز ان یجعل  
الذین قاتلوه هم الصادقین  
و هو ظالم لہم۔  
(منہاج السنہ النبویہ فی نقض کلام  
الشیعہ والقدیریج ۲- ص ۱۹۰  
بلع مصر ۲۲ھ)

اگر کوئی شخص حضرت علی بن ابی طالب  
رضی اللہ عنہ کے بارے میں یوں قبح کرنے  
لگے کہ انہوں نے معاویہ اور ان کے اصحاب  
سے قتال کیا اور حضرت طلحہ اور زبیر رضی  
اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی جنگ کی تو اس  
سے کہا جائے گا کہ علی بن ابی طالب رضی  
اللہ عنہ علم اور عدل کے اعتبار سے سب سے  
لوگوں سے جوان سے برسرِ جنگ ہوئے  
افضل و اعلیٰ تھے، لہذا یہ نہیں ہو سکتا کہ  
جنہوں نے حضرت علی سے قتال کیا، بس  
وہی عادل ٹھہریں اور حضرت علی ظالم۔

اور حضرت شاہ جہد العزیز صاحب تحفہ شتا عشرہ میں فرماتے ہیں۔

وہیں است مذہب اہل سنت کہ حضرت  
امیر درمقاہات خود برحق بود و مصیب  
و مخالفان او بر غیر حق و مخطی۔  
(ص ۲۱۹ بلع نالی کثور کاغذ ۲۵ھ)

اور اہل سنت کا مذہب یہی ہے کہ حضرت  
امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہؓ اپنی جگہوں میں حق  
پر تھے اور صواب پر اور آپ کے مخالف  
ناحق پر اور خطا کار۔

نامی جو چاہیں کہتے رہیں، حدیث نے فیصلہ کر دیا ہے کہ اس دور میں حضرت علی  
کرم اللہ وجہہؓ اور ان کا گروہ اس امت کے بہترین افراد میں تھے، چنانچہ صحیحین میں خروج  
کے سلسلہ میں جو حدیث وارد ہے اس میں یہ الفاظ ہیں۔

ویخرجون علی خیر فرقہ من الناس یہ خارجی ان لوگوں کے خلاف اٹھیں گے  
 قال ابوسعید اشہد انی سمعت جوسب سے بہتر جماعت ہوگی، ابوسعید خدری  
 هذا الحدیث من رسول اللہ صلی اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، میں گواہی دیتا ہوں  
 علیہ وسلم و اشہد ان علی بن ابی کریم نے اس حدیث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 طالب قاتلہم و انا معہ۔ کی زبان مبارک سے سنا ہے اور یہ بھی گواہی دیتا  
 (مشکوۃ الصالح باب فی البجرات ہوں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ  
 الفصل الاول ص ۵۲۵) ان سے جہاد کیا اور میں بھی اس جہاد میں آپ کے ہمراہ تھا

حضرت حسن کے بارے میں افتراء پر دازی

(۲۳)

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں جن خیالات کا "داستان گو" نے اظہار کیا ہے وہ بھی صحیح  
 نہیں، حافظ ابن حزم ظاہری نے فی الفصل فی الملل والہو والنحل میں تصریح کی ہے کہ  
 ومع الحسن ازید من حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیساتھ ایک لاکھ سے  
 مائۃ الف عنان یقولون۔ زائد ایسے ہتھیار تھے جو آپ کے آگے جان فدا  
 دیتے (ج-۳ ص ۱۰۵) کرنے کو تیار تھے۔

اور اسی لیے حافظ ابن حجر عسقلانی "فتح الباری" میں اس حدیث شریف کے ذیل  
 میں جس میں یہ مذکور ہے کہ "حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک بار خطبہ دے رہے تھے اسی  
 آثار میں حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سامنے سے آگئے تو آپ نے ان کو دیکھ کر برسرِ منبر  
 ارشاد فرمایا

انہی هذا سید، ولعل اللہ ان میرا یہ چٹا "سید" ہے اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ  
 یصلہ بہ بین فئتين من المسلمین اس کی بدولت مسلمانوں کی دو جماعتوں میں صلح  
 کر دے گا۔ (ج-۱۳ ص ۵۴)

اس حدیث کے فوائد کو شمار کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وفي هذه القصة من اس واقعه میں جو فوائد میں ان میں ایک تو حضور علیہ  
 الفوائد، علم من اعلام الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کی نشانی ہے ذکر آپ  
 النبوة، ومنقبة للحسن بن کی پیشین گوئی کا ظہور ہوا، دوسرے حضرت حسن  
 علی فائتہ ترک الملک لا لقلۃ بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی منقبت معلوم  
 ولا لدلۃ ولا لعلۃ بل ہوئی کہ آپؑ بذریعہ کسی قسم کی کمی یا کسی طرح کی قلت  
 لرغبۃ فیما عند اللہ، لا راہ کے یا کسی نوع کی قلت کے، خالصتہً لوجہ اللہ  
 من حق دماء المسلمین سلطنت سے دستبردار ہو گئے کیونکہ آپؑ نے  
 فرائع امر الدین و معاملۃ بحسوس کیا کہ ایسا کرنے سے مسلمانوں کی خون  
 الامۃ۔ ریزی سے بچ جائیں گے، لہذا آپؑ نے

(ج-۱۳ ص ۵۷) دین اور مصلحت امت کی رعایت فرمائی۔

نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جناب معاذیہ رضی اللہ عنہ اور ان کی جماعت  
 باوجود باغی ہونے کے زمرہ مسلمین سے خارج نہ تھے، جیسا کہ خوارج یا روافض کا خیال  
 ہے یہ بھی واضح رہے کہ حضرات اہل السنۃ والجماعۃ روافض کی طرح کہ وہ اپنے ائمہ کو  
 معصوم سمجھتے ہیں کسی امتی کو معصوم نہیں سمجھتے بلکہ کسی صحابی سے بھی اگر کوئی غلطی ہو  
 جائے تو وہ غلطی کو غلط ہی کہتے ہیں اور ان کی اسلامی خدمات اور شرف صحابیت کی  
 بناء پر ان کے احترام میں کوئی کمی نہیں کرتے۔

جن لوگوں نے حضرت علیؑ سے جنگ کی انکے بارے میں اہل سنت کا عقیدہ

علامہ امین علی مقرر بنی نے اپنی شہور تصنیف "الخط والاثار" میں اہل سنت کے عقائد کے  
 ترجمان امام ابو الحسن اشعریؒ کا جو عقیدہ اس باب میں نقل کیا ہے اور جس پر تمام  
 اہل السنۃ والجماعۃ کا اتفاق ہے وہ یہ ہے۔

والائمة مترتبون فی فضیلت کے اعتبار سے خلفاء اربعہ رضی اللہ عنہم  
 الفضل ترتبہم فی الامامة، ولا میں دہی ترتیب ہے جس ترتیب سے وہ اس منصب  
 اقول فی عائشة وطلحة والزید رفیع پر فائز ہوئے اور حضرت عائشہ وطلحہ و زبیر رضی  
 رضی اللہ عنہم الا اللہ عنہم کے بارے میں میں اس کے سوا کچھ نہیں  
 انہم رجعوا عن الخطأ، کہہ سکتا کہ ان حضرات نے اپنی خطا سے رجوع کر  
 و اقول ان طلحة والزید جہل میں شرکت کی بنا پر واقع ہوئی تھی، رجوع کر  
 من الشرة المبشرین لیا تھا اور میں اس کا قائل ہوں کہ حضرت طلحہ و  
 بالجنة، و اقول فی زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان دس حضرات میں سے  
 معاویہ و عمرو بن العاص تھے کہ جن کو چاہیے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 انہما یغیا علی الامام جنت کی بشارت دی تھی اور میں معاویہ اور عمرو بن  
 الحق علی بن ابی طالب عام کے بارے میں یہی کہتا ہوں کہ ان دونوں  
 رضی اللہ عنہم فقاتلہم نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے  
 مقاتلۃ اہل النفی و خلاف بغاوت کی تھی جو علیہ برحق تھے لہذا حضرت  
 اقول ان اہل النہروان امیر المؤمنین نے ان سے اسی طرح جنگ کی  
 الشراۃ ہم المارقون من الدین جس طرح باغیوں سے کرنی چاہیے اور میں یہی  
 وان علیا رضی اللہ عنہ کہتا ہوں کہ اہل نہروان جو اس امر کے معنی تھے  
 حان علی الحق کہہ میں نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اپنے آپ کو  
 فی جمیع احوال، و بیچ دیا ہے وہ دراصل دین سے فراموش تھے  
 الحق معہ حیث داس اور یہی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان تمام حالات  
 میں حق پر تھے اور آپ نے جو قدم بھی اٹھایا حق  
 (ج ۲ ص ۲۶۰ بلع لولاق)  
 مصر ۱۲۶۰ھ  
 آپ کے ساتھ تھا۔

## نواصب لقیہ سے باز آئیں

انوس ہے کہ ”مجلس عثمانی غنی“ کے ناصیلوں نے سچ کو اپنا شعار بنانے کی بجائے دھنس کی اتباع کو پسند کیا اور جھوٹ اور فحاش کو اپنا شعار بنایا، یہ دونوں کتابچے ۱۱ شہادت عثمانی غنی کیوں اور کیسے (۲)، داستان کربلا، ”کذب کا مرقع“ ہیں، فحاش تو ظاہر ہے کہ خود کو اہل سنت والجماعت ظاہر کرتے ہیں، ان کی مسجدوں میں امام بنے ہوئے ہیں۔ حالانکہ شخصی آزادی کے اس دور میں ان کو لقیہ کی چادر اپنے سر پر ڈالنے کی ضرورت نہیں، صاف کھل کر کہنا چاہیے کہ ہم یزید و مروان کی امامت کے قائل ہیں، یزید کو حسین سے، مروان کو عبداللہ بن زبیر سے اور معاویہ کو علی مرتضیٰ سے افضل مانتے ہیں، ہمارے نزدیک علی و حسین رضی اللہ عنہما پسندیدہ شخصیتیں نہیں، اس لیے ہم ان پر طعن و تشنیع کرنا اپنا فرض منصبی سمجھتے ہیں جس طرح زوہد افضل کو خلفاء ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم برتر کرنے کا حق ہے، اسی طرح علی و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان حضرات ثلاثہ برتر کرنے کا ہم کو بھی حق ہے، ہم نے علی و آل علی کے بغض و عناد کا جھنڈا نصب کر رکھا ہے، اس لیے ہم ”اصبی میں تاریخ میں ناصیلوں کا یہ لقب پہلے سے موجود ہے اس میں دماغ نہالنے اور جھگڑنے کی کوئی بات نہیں جرات کی ضرورت ہے، علانیہ کہنا چاہیے کہ مروان الحمار کے قتل پر جب مشرق سے اموی حکومت کا جنازہ نکل گیا تھا تو اس کتب لکھ کے لوگ ختم ہو گئے تھے، لیکن اب پھر بارہ سو برس کے بعد اسی مروان الحمار کی یاد گار ہم لوگ بھی ہیں جو محمود احمد عباسی کی تحقیقات سے متاثر ہو کر اس کو اپنا ”امام و شیخ الاسلام“ سمجھتے ہوئے اس کتب فکر سے وابستہ ہو گئے ہیں، لہذا ہمیں اسی نام سے جانا اور پہچانا چاہیے۔ اگر ان ناصیلوں نے ایسا ہی کیا اور جراثیم کے ساتھ جڑلا اپنے تشخص کا اظہار کر دیا تو وہ اس فحاش سے بچ جائیں گے جس میں فی الحال وہ مبتلا ہیں اور مسلمان بھی ان کا اصلی چہرہ پہچان لیں گے۔

## یزید کے کرتوت حدیث کی روشنی میں

اب ہم اخیر میں شکوۂ شریف کی اس حدیث پر اپنی تنقید کو ختم کرتے ہیں جو "باب  
الایمان بالقدر" کی فصل ثانی میں بایں الفاظ مرقوم ہے۔

من علثۃ رضی اللہ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا  
تعالیٰ عنہا قالت قال سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ چھ آدمی ہیں جن پر میں  
علیہ وسلم ستۃ لعنہم نے بھی لعنت کی اور اللہ تعالیٰ نے بھی ان پر لعنت کی  
ولعنہم اللہ وکل نبی اور ہر نبی مستجاب الدعوات ہوتا ہے (یہ چھ شخص  
یحباب الزائد فی کتاب یہ ہیں) اول وہ کہ جو کتاب اللہ میں زیادتی کرے ،  
اللہ ، والمکذب بقدر اللہ دوسرے وہ جو تقدیر الہی کا منکر ہو، تیسرے وہ جو  
والمستط بالجبوروت لیمن جبر و ظلم سے مخلوق خدا پر مسلط ہو جائے تاکہ جس  
من اذله اللہ و یذل کو اللہ تعالیٰ نے ذلت دی ہے اسے عزت بخشنے  
من اعزه اللہ والمستحل اور جس کو اللہ تعالیٰ نے عزت دی ہے اسے فیل  
لحرم اللہ والتحل من کرے ، چوتھے وہ جو اللہ تعالیٰ کے حرم پاک کو  
عقرتی ما حرم اللہ بے حرمت کرے ، پانچویں وہ جو میری عزت کی اس  
والتارک لسنی رواہ حرمت کو خاک میں ملائے ہو اللہ نے بھی بے حقے وہ  
البیہقی فی الدخل و درزین جو میری سنت کا تاکہ ہو اس حدیث کو ایمانیت نے  
فی کتابہ ۔

الذیل میں احمد محدث مدین عبد ربی نے اپنی

کتاب میں روایت کیا ہے ۔

(ص ۲۲)

اس حدیث کی روشنی میں اب ڈرایزید کی زندگی پر نظر ڈالیے آپ کو معلوم ہو گا کہ

اس میں بہت سی لاشیں باقی جمع ہو گئی تھیں۔

(۱) اس کا فاسق و فاجر اور تارک سنت ہونا تو بہ تو اثر ثابت ہے جس طرح رستم کی شجاعت، عاتق کی سخاوت، شہور ہے اس سے زیادہ یزید کا ظلم و رستم اور اس کا فاسق و فجور مشہور ہے۔

(۲) وہ جبر و زبردستی سے حکومت پر مسلط ہو گیا تھا، اس نے صحابہ کرام اور تابعین عظام کی ایک خلعت کو ذلیل کیا اور ناحق ان کا خون بہایا۔

(۳) اس نے نہ صرف حرم کعبہ کی بے حرمتی کی اور اس پر فوج کشی کی، بلکہ حرم نبوی کو بھی تین دن کے لیے اپنی فوج کے لیے بالکل حلال کر دیا کہ وہ جو چاہے وہاں کرے، چنانچہ یزیدی لشکر نے تین دن تک حرم نبوی میں وہ فساد مچایا کہ پناہ نہ تھا، سینکڑوں صحابہ و تابعین کے علاوہ اولاد انصار و ہاجرین کا ناحق قتل عام ہوا، لوٹ مار اور قتل و غارت گاہیہ عالم تھا کہ تین دن تک مسجد نبوی میں کوئی ناز نہ ہو سکی، چنانچہ مشکوٰۃ ہی میں ”باب الکرامات“ میں منقول ہے۔

و عن سید بن عبد المزیز قال

لما كان ايام الحيرة لم يؤذن

في مسجد النبي صلى الله عليه وسلم

ثلاثا ولم يُقَمَّ ولم يبرح

سيد بن السيب السجد دحان

لا يعرف وقت الصلوة الا

بمهمة يسلمها من قبر

النبي صلى الله عليه وسلم۔

حضرت سید بن عبد العزیز سے مروی ہے کہ

فترتہ کے دنوں میں مسجد نبوی میں تین دن

تک نہ اذان ہوئی نہ قنات۔ اس کیلئے حضرت

سید بن السیب تھے جو مسجد ہی میں رہتے

یہ بھی ناز کا وقت نہیں پہناتے تھے گرس

ہکی سی آواز سے جو تیسرے نبوی (علیہ الصلوٰۃ

والسلام) سے وہ سنا کرتے تھے

اس روایت کو امام دارمی نے نقل

کیا ہے۔

نواہ الدارمی (ص ۵۴۵)

(۳) اور عزت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عزت و حرمت کو جس طرح اس نے خاک

میں لایا وہ تو زبان زد خاص و عام ہے یہی وجہ ہے کہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے ان کی مشہور و معروف کتاب "تاریخ الخلفاء" میں کربلاء کے حادثہ فاجعہ کا ذکر کرتے ہوئے یہ الفاظ نکل گئے ہیں۔

لعن اللہ قاتله و ابن زیاد      اللہ تعالیٰ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
معه و یزید ایضاً      کے قاتل پر لعنت کرے اور اسی کے ساتھ ابن  
(ص ۸۰ طبع سینیہ ۱۳۳۵ھ)  
زیاد پر اور یزید پر بھی۔

و دعا ہے کہ حق تعالیٰ محض اپنے فضل سے ہماری اس حقیر سی کوشش کو شرف قبولیت سے نوازے اور ایمان کے ساتھ اہل بیت و صحابہ کرام کی محبت پر ہمارا خاتمہ فرمائیے آمین یا رب العالمین۔

الہی بحق بنی فاطمہ      کہ بر قول ایمان کم خاتمہ

الحمد لله الذی بنعمته تتم الصالحات، ربنا ثقل منا انک انت  
السمیع العلیہ و تب علینا انک انت التواب الرحیم  
محمد عبدالرشید نعمانی

پانچ شنب ۱۰ محرم رمضان المبارک ۱۳۹۵ھ





